تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

14

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
31واں سال

3 تا 9 رمضان المبارک 1443ھ/ 5 تا 11 اپریل 2022ء

روزہ: احساس بندگی کی تازگی کا ذریعہ

روزے کا قانون یہ ہے کہ آخرِ شب طلوعِ سحر کی پہلی علامات ظاہر ہوتے ہی آدمی پر یکا یک کھانا پینا اور مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے اور غروبِ آفتاب تک پورے دن حرام رہتا ہے۔ اس دوران میں پانی کا ایک قطرہ اور خوراک کا ایک ریزہ تک قصداً حلق سے اتارنے کی اجازت نہیں ہوتی اور زوجین کے لیے ایک دوسرے سے قضائے شہوت کرنا بھی حرام ہوتا ہے۔ پھر شام کو ایک خاص وقت آتے ہی اچانک حرمت کا بند ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ سب چیزیں جو ایک لمحہ پہلے تک حرام تھیں یکا یک حلال ہو جاتی ہیں اور رات بھر حلال رہتی ہیں، یہاں تک کہ دوسرے روز کی مقررہ ساعت آتے ہی پھر حرمت کا قفل لگ جاتا ہے۔ ماہِ رمضان کی پہلی تاریخ سے یہ عمل شروع ہوتا ہے اور ایک مہینہ تک مسلسل اس کی تکرار جاری رہتی ہے۔ گویا پورے تیس دن آدمی ایک شدید ڈسپلن کے ماتحت رکھا جاتا ہے۔ مقرر وقت تک سحری کرے، مقرر وقت پر افطار کرے، جب تک اجازت ہے، اپنی خواہشات نفس پوری کرتا رہے اور جب اجازت سلب کر لی جائے تو ہر اُس چیز سے رُک جائے جس سے منع کیا گیا ہے۔

اس نظامِ تربیت پر غور کرنے سے جو بات سب سے پہلے نظر میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام اس طریقہ سے انسان کے شعور میں اللہ کی حاکمیت کے اقرار و اعتراف کو مستحکم کرنا چاہتا ہے، اور اس شعور کو اتنا طاقتور بنا دینا چاہتا ہے کہ انسان اپنی آزادی اور خود مختاری سے بالفعل دستبردار ہو جائے۔ یہ اعتراف و تسلیم ہی اسلام کی جان ہے، اور اسی پر آدمی کے مسلم ہونے یا نہ ہونے کا مدار ہے۔

اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر
سید مودودی ؒ

اس شمارے میں

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل (21) پاکستان کے خارجی مسائل

قرآن حکیم اور ہم

امیر سے ملاقات

حضرت حمنہ ؓ بنت جحش

رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

Message of Ramadan

الہدیٰ

980 ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مسلمان گناہ گار کی توبہ

سُوْرَۃُ الفُرقان | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 71، 72

وَ مَنۡ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوۡبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَشۡہَدُوۡنَ الزُّوۡرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا کِرَامًا ﴿۷۲﴾

آیت ۷۱: ﴿وَمَنۡ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوۡبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾﴾ ’’اور جس نے توبہ کی اور نیک اعمال کیے تو ایسا شخص توبہ کرتا ہے اللہ کی جناب میں جیسا کہ توبہ کرنے کا حق۔‘‘

یعنی توبہ کے بعد گناہوں سے کنارہ کش ہو گیا اور تقویٰ کی روش اختیار کر لی تو یہی اصل توبہ ہے۔ اس کے برعکس اگر ایک شخص زبان سے توبہ توبہ کے الفاظ ادا کرتا رہے اور استغفار کی تسبیحات پڑھتا رہے‘ سوا لاکھ مرتبہ آیت کریمہ پڑھوا کر ختم بھی دلائے مگر اس کی حرام خوری جوں کی توں رہے اور وہ گناہوں سے باز نہ آئے تو اس کی توبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آیت ۷۲: ﴿وَالَّذِیۡنَ لَا یَشۡہَدُوۡنَ الزُّوۡرَ ۙ﴾ ’’اور وہ لوگ جو جھوٹ پر موجود نہیں رہتے‘‘

یہ صرف جھوٹ کی گواہی سے بچنے کی بات نہیں بلکہ اس سے ایسی بلند تر کیفیت کا ذکر ہے جس کے اندر جھوٹی گواہی سے بچنے کا مفہوم ضمنی طور پر خود بخود آ جاتا ہے۔ یعنی اللہ کے یہ نیک بندے حق و صداقت کی غیرت و حمیت میں اس قدر پختہ ہوتے ہیں کہ کسی ایسی جگہ پر وہ اپنی موجودگی بھی گوارا نہیں کرتے جہاں جھوٹ بولا جا رہا ہو یا جھوٹ پر مبنی کوئی دھندا ہو رہا ہو۔

﴿وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا کِرَامًا ﴿۷۲﴾﴾ ’’اور جب وہ کسی لغو کام پر سے گزرتے ہیں تو باوقار انداز سے گزر جاتے ہیں۔‘‘

اگر ان لوگوں کا کہیں اتفاق سے کسی کھیل تماشے اور لغو کام پر سے گزر ہو تو وہ اس سے اپنا دامن بچا کر بے نیازی سے گزر جاتے ہیں۔ یہی مضمون سورۃ المؤمنون میں اس طرح آیا ہے: ﴿وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾﴾ کہ مؤمنین ہر قسم کی لغویات سے اعراض کرتے ہیں۔

درس حدیث

رمضانُ المبارک کو قیمتی بنایئے

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنۡ قَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَانًا وَّاِحۡتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِہٖ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان میں قیام اللیل (نماز تراویح) کا اہتمام کیا، اس کے سابقہ سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔‘‘

تشریح: جو شخص اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے، اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اور اس سے ثواب کی نیت اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے رمضان کے مہینے میں رات کو قیام اللیل کا اہتمام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے اور اس میں کسی بھی قسم کی ریاکاری اور حصول شہرت کا شائبہ نہیں ہوتا تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل (قسط:21)

پاکستان کے خارجی مسائل

پاکستان کے داخلی مسائل پر بات مکمل ہوچکی ہے اب ہم پاکستان کے خارجی مسائل پر نظر دوڑائیں گے۔ 1947ء میں جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو دوسری عالمی جنگ کا اختتام ہوئے بمشکل دو سال ہوئے تھے۔ برطانیہ اور جرمنی اس جنگ میں کلیدی اور اہم ترین حریف تھے لیکن اس جنگ کے نتیجے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور سوویت یونین دو بڑی قوتیں ابھر کے سامنے آئیں۔ جرمنی تو شکست خوردہ ہونے کی وجہ سے اپنی حیثیت کھو بیٹھا لیکن برطانیہ بھی فاتح ہونے کے باوجود اتنا زخم خوردہ ہوگیا کہ اُس کے بس کی بات نہ رہی کہ وہ اپنی عظیم سلطنت کو سنبھال سکے جس کی وجہ سے وہ عالمی سطح پر تسلیم شدہ ایک عظیم سپر بلکہ سپریم پاور تھا۔ امریکہ کے جنگ میں کودنے کی وجہ سے اتحادیوں کو واضح فتح حاصل ہوئی تھی۔ لہٰذا برطانیہ کا سکڑنا اور امریکہ کا آگے بڑھنا منطقی بات تھی۔ برطانیہ نے زمینی حقائق کا صحیح ادراک کیا اور خود ہی زمامِ کار امریکہ کے سپرد کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ کی آگ بھڑکانے والوں کی یہی خواہش تھی اور یہ اسی مقصد کی تکمیل تھی کہ قوت کا مرکز لندن سے واشنگٹن منتقل ہو جائے۔ دوسری طرف سوویت یونین تھا جہاں 1917ء میں بالشویک انقلاب آچکا تھا اور لینن کی سربراہی میں کیمونزم کا ڈنکا بج رہا تھا۔ گویا عالمی سطح پر جو دو قوتیں ابھر کر سامنے آئیں وہ متضاد بلکہ متحارب نظریات کی حامل تھیں۔ ایک کی بنیاد اور اوڑھنا بچھونا کیپٹلزم یعنی سرمایہ دارانہ نظام کی چھت تلے آزاد معیشت تھا اور دوسری قوت کی بنیاد کیمونزم یعنی نجی سطح پر سرمایہ کی نفی اور ریاستی ملکیت پر تھی۔ یہ دوسری قوت کسی کو خدا تسلیم نہیں کرتی تھی اور اس کا سیاسی نظام الحاد کی بنیاد پر تھا جبکہ سرمایہ دارانہ نظام میں نجی اور انفرادی سطح پر مذہبی آزادی تھی اگرچہ ریاستی معاملات میں وہ بھی کسی مذہب کی مداخلت پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ گویا خالقِ کائنات کو مانتا تھا لیکن ریاستی معاملات میں کسی مداخلت کا قائل نہیں تھا۔ پاکستان کے قائم ہونے سے چند ماہ پہلے ایک امریکی وفد ہندوستان آیا اور قائداعظم سے ملاقات کی۔ اطلاعات کے مطابق قائداعظم نے امریکہ سے اچھے تعلقات میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ لیاقت علی خان جب وزیراعظم تھے تو اُنہیں سوویت یونین کے دورہ کی دعوت ملی ابھی اُنہوں نے اس حوالے سے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اُنہیں امریکہ کے دورہ کی دعوت بھی مل گئی۔ اگرچہ اُنہیں سوویت یونین کے دورہ کی دعوت پہلے ملی تھی لیکن اُنہوں نے امریکہ کا دورہ کر کے یہ ظاہر کیا کہ وہ مغرب سے اچھے تعلقات رکھنے کو

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 رمضان 1443ھ جلد 31
5 تا 11 اپریل 2022ء شمارہ 14

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ترجیح دیں گے گویا پاکستان نے Pro-West ہونے کا اشارہ دے دیا۔ وزیراعظم لیاقت علی خان کے بعض ناقدین جن میں سیکولرز اور لبرلز کی تعداد زیادہ ہے ان پر الزام لگاتے ہیں کہ جب اُنھیں سوویت یونین کے دورہ کی دعوت ملی تو اُنہوں نے امریکیوں کو یہ دعوت نامہ دکھا کر امریکہ کے دورہ کا دعوت نامہ حاصل کیا اور ایک ایسی بڑی طاقت جو ہمسایہ بھی تھی اُسے ignore کر کے سات سمندر پار دوسری عالمی قوت سے دوستانہ تعلقات قائم کر لیے کیونکہ امریکہ کا سرکاری دورہ لیاقت علی خان کی خواہش بھی تھی۔ اس الزام میں کسی قدر حقیقت ہو سکتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے نعرے پر معرضِ وجود میں آنے والی ریاست کس طرح اُس قوت سے اپنا رشتہ جوڑ سکتی تھی جو اعلانیہ بے خدا ریاست تھی۔ جہاں سے یہ اطلاعات آ رہی تھیں کہ وہ مذہب خاص طور پر اسلام کا نام ونشان مٹانے کے اقدام اٹھا رہی ہے لہٰذا اُس وقت کا تقاضا تھا کہ اُس قوت سے تعلق پیدا کیا جائے جو ظاہری طور پر مذہب دشمن نہیں تھی۔ پھر یہ کہ لیاقت علی خان نے امریکہ کے دورہ کے دوران یہودیوں کی اُن تمام آفرز کو سخت الفاظ میں رد کر دیا جنہیں اُنہوں نے سمجھا کہ یہ نوزائیدہ ریاست کو مذہب سے دور کر دیں گی۔ ہماری رائے میں اُن حالات میں امریکہ کو سوویت یونین پر ترجیح دینا قرینِ مصلحت اور فوری طور پر پاکستان کے مفادات کے مطابق تھا۔ ہماری رائے میں ہمارے بڑوں سے اصل غلطی یہ ہوئی کہ وہ امریکہ سے اچھے تعلقات کو حدود میں نہ رکھ سکے۔ اُنہوں نے پاکستان کو امریکہ کے سپرد کر دیا۔ اسی طرح وہ سوویت یونین سے دوری کی بھی کوئی حد قائم نہ کر سکے۔ اُنہوں نے امریکہ کو اجازت دے دی کہ وہ سوویت یونین کی جاسوسی کے لیے پاکستان کے اڈوں کو استعمال کرے اور یوں سوویت یونین سے باقاعدہ دشمنی مول لے لی۔ اور امریکہ کا معاملہ یہ تھا کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد اُس نے واحد سپر پاور آف دی ورلڈ بننے کو اپنا اصل ہدف بنایا۔ امریکی نقطۂ نظر کے مطابق اس ہدف کو حاصل کرنے میں اُس کے راستے میں دو رکاوٹیں تھیں ایک بڑی رکاوٹ نظر آنے والی تھی اور فوری طور پر مدِمقابل کھڑی تھی یعنی سوویت یونین اور اُس کا کمیونسٹ نظام بمقابلہ کیپٹلزم اور دوسری تھی امت مسلمہ جس کا اگرچہ بالفعل کوئی وجود نہیں تھا۔ مسلمان ممالک میں معاشی اور عسکری لحاظ سے جان بھی نہ تھی مسلمانوں کے پاس صرف ایک چیز تھی اُن کا نظریہ اور ہمہ گیر عادلانہ نظام جو کبھی قائم بھی رہا تھا اور جس کی بنیاد پر وہ ایک عالمی قوت بنے تھے۔ گویا ظاہری طور پر کچھ نہ ہونے کے باوجود اُن میں ایک بڑی قوت بننے کا Potential تھا۔ امریکہ کے تھنک ٹینکس یہ سمجھتے تھے کہ اگر کسی وقت اس نظریہ کو عملی تعبیر حاصل ہو گئی تب یہ آناً فاناً ایک قوت بن کر ابھرے گی پھر اس کا مقابلہ کرنا مشکل ہو گا لہٰذا کیوں نہ Nip the evil in the bud کے اصول کو اپناتے ہوئے اس کونپل کو پھوٹنے سے پہلے ہی مسل دیا جائے۔ امریکہ نے سٹریٹیجی یہ بنائی کہ فوری اور موجود طاقتور دشمن کے خلاف فوری اقدام کیے جائیں اور اسے شکست دینے یا تباہ و برباد کرنے میں اسلام اور مسلمان ممالک سے بھی مدد حاصل کی جائے لہٰذا امریکہ نے مختلف مواقع پر مذہب کی دہائی دی، مسلمان ممالک کو پکارا کہ اگر سوویت یونین کا راستہ نہ روکا تو وہ دنیا میں مذہب ختم کر دے گا۔ جہاد و قتال کی پکار لگائی اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات میں ارتعاش اور اشتعال پیدا کیا۔ لیکن ایسا کرتے وقت اُس کی نیت میں کھوٹ تھا۔ سوویت یونین سے نمٹنے کے دوران بھی اُس کی نیت کا یہ کھوٹ سامنے آتا رہا جس کا ثبوت قدرت اللہ شہاب کے شہاب نامہ میں موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب صدر ایوب خان نے میرے نظریات سے اختلاف کرتے ہوئے مجھے خود سے دور کیا اور مجھے ہالینڈ میں پاکستان کا سفیر متعین کر دیا تو وہاں مجھے چیکوسلواکیہ کے سفیر نے باتوں میں بتایا کہ سوویت یونین اور امریکہ ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں لیکن بعض معاملات میں یکساں خیالات رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے ہیں مثلاً پاکستان کے حوالے سے اُن کی سوچ میں کسی قدر یکسانیت ہے۔ دونوں پاکستان کی فوج کے حوالے سے تشویش رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی فوج بڑی پروفیشنل، بڑی چوکس اور بڑی Committed ہے۔ لہٰذا وہ پاکستان کی فوج کو ان خوبیوں سے محروم کرنے کے لیے باہمی اتفاق رکھتے ہیں۔ قدرت اللہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ پاکستان کی فوج کو وہ کیسے کمزور کریں گے تو اُس نے جواب دیا پاکستان میں بار بار مارشل لاء کا نفاذ کر کے۔ یاد رہے اُس وقت تک پاکستان میں صرف ایوب خان کا مارشل لاء لگا تھا۔ تین مارشل لاء اُس کے بعد لگے۔ سوویت یونین کا پاکستان کی فوج کا دشمن ہونا تو سمجھ میں آتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے دشمنی پر مبنی اقدام کر چکے تھے۔ لیکن امریکہ دوستی کے لبادے میں یہ دشمنی کیوں کر رہا تھا؟ (جاری ہے)

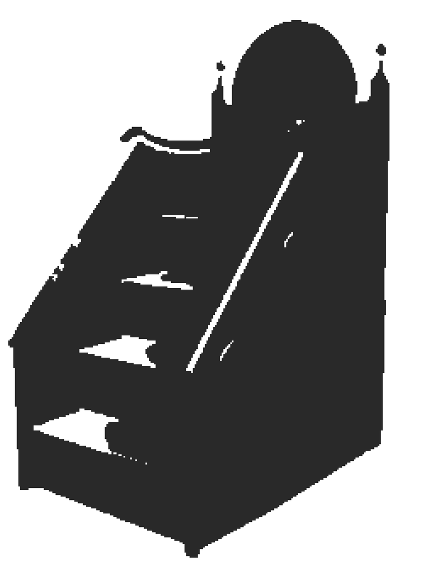

قرآن حکیم اور ہم

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 25 مارچ 2022ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج پہلی مرتبہ قرآن اکیڈمی کی اس مسجد میں خطاب کا موقع ملا ہے۔ چونکہ رمضان کی آمد ہے اس لیے آج ''قرآن حکیم اور ہم'' ہمارا موضوع ہوگا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۵﴾

''اور آپ تذکیر کرتے رہیے' کیونکہ یہ تذکیر اہل ایمان کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔'' (الذاریات:55)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو چھوڑ نہیں دیا کہ جو مرضی ہے کرے بلکہ اس کو ایک مکمل نظام بھی دیا ہے تاکہ اس کے مطابق زندگی گزار کر آخرت کی دائمی زندگی میں سرخرو ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ قرآن مجید کا نزول فرمایا تاکہ ہم اس کا مطالعہ کر کے اُخروی نجات کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے مطابق زندگی گزاریں۔ فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳﴾ ''یہ (قرآن) قولِ فیصل ہے۔''
﴿وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴﴾ ''اور یہ کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے۔'' (الطارق)

یعنی یہ قرآن ہمارے لیے زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ یہ ایسی شے نہیں ہے کہ جس کو نظر انداز کر دیا جائے، پس پشت ڈال دیا جائے۔ جس کے لیے دل میں کوئی طلب نہ ہو، تڑپ نہ ہو، محنتیں نہ کی جائیں، جس کے لیے وقت نہ نکالا جائے، بلکہ یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بامِ عروج تک پہنچائے گا اور اس کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل وخوار کر دے گا۔''

اقبال نے اسی کی ترجمانی کی کہ ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

یعنی اس امت کے زوال کی وجہ قرآن حکیم کو پس پشت ڈال دینا ہے۔ یہ اصول فرعون، نمرود، قارون کے لیے بیان نہیں ہو رہا بلکہ یہ اللہ کو ماننے والوں کے لیے بیان ہو رہا ہے۔ یعنی اللہ کو ماننے والے اللہ کی ماننے پر آئیں گے تو اللہ انہیں دنیا میں بھی عروج دے گا بلکہ حدیث کا مفہوم ہے کہ دنیا کو ذلیل کر کے ان کے قدموں

مرتب: ابوابراہیم

میں ڈالے گا۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ آخرت کا ہے اور اس حوالے سے بھی یہ فیصلہ کن کلام ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿القرآن حجة لک او علیک﴾ (صحیح مسلم) ''قرآن تیرے حق میں حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے۔''

میں اور آپ تنہائی میں سوچیں کہ آج ہمارا قرآن کے ساتھ کیسا تعلق ہے؟ کیا ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کل یہ ہمارے حق میں سفارش کرنے والا ہوگا؟ اگر ایسا ہے تو الحمد للہ! لیکن اس پر بھی شکر کریں کہ ابھی مہلت عمل باقی ہے۔ نہ معلوم کب بلاوا آ جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق کس طرح مضبوط ہوگا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے کتابچے: ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ اس میں انہوں نے پانچ حقوق بیان فرمائے:

1۔ قرآن پر ایمان صرف زبانی ہی نہیں بلکہ دل سے بھی تصدیق کا ہونا ضروری ہے۔
2۔ اس کی باقاعدہ تلاوت کی جائے۔
3۔ اس کو سمجھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔
4۔ اس کے احکام پر عمل کیا جائے اور اجتماعی زندگی میں بھی ان کے نفاذ کی کوشش کی جائے۔
5۔ اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

اگر ہم قرآن مجید کے یہ حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں تو اس کے ساتھ ہمارا تعلق مضبوط ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ﴾ (الحشر:21)

''اگر ہم اس قرآن کو اُتار دیتے کسی پہاڑ پر تو تم دیکھتے کہ وہ دب جاتا اور پھٹ جاتا اللہ کے خوف سے۔''

یہ پہاڑوں کو ہلا دینے والا کلام ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ کیا مرتبہ ہوگا محمد مصطفی ﷺ کے قلب اطہر کا جس کو رب عظیم نے اس پُروقار اور پُرجلال کلام کے نزول کے لیے تیار کیا۔ کیا ہمیں اندازہ ہے کہ یہ کس قدر عظیم کلام ہے؟ کیا ہم اس پر توجہ دیتے ہیں؟ جب ہم نماز میں کھڑے ہوں اور امام تلاوت کر رہا ہو تو ہمیں فکر ہوتی ہے کہ ہم سے کیا کہا جا رہا ہے؟ ہماری عظیم اکثریت کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ الا ماشاء اللہ! وہ لوگ

جن کو قرآن حکیم کی زبان کو سیکھنے کا موقع ملا، جن کو قرآن حکیم کی محافل میں شرکت کا موقع ملا، جن کو فہم قرآن کے کورسز میں جانے کا موقع ملا، اُن کو کسی قدر اندازہ ہوگا۔ لیکن عظیم اکثریت ایسی ہے جس نے کبھی قرآن مجید کو ترجمے کے ساتھ مکمل نہیں پڑھا ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ ہمارے شہروں سے لوگ آکسفورڈ میں جا کر انگلش زبان میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں، بلکہ اتنا پڑھ لیا ہے کہ جا کے ناسا میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اسی طرح ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں لیکن اللہ کی کتاب کے حوالے سے کبھی رونگٹے کھڑے ہوئے، کبھی دل کی دھڑکن بھی تیز ہوئی ہے؟ یہ سوچنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھائے۔ یہ کتاب ہدایت ہے اس کا بنیادی تعارف کیا ہے:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ②﴾ (البقرة) ''پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔''

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ (البقرة:185) ''لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔''

﴿ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ (بنی اسرائیل:9) ''یہ سب سے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔''

﴿ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (ابراہیم:1) ''لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتے ہیں۔''

مگر آج ہماری اکثریت ثواب کے لیے بھی قرآن کو نہیں پڑھتی بلکہ ایصال ثواب کے لیے پڑھتی ہے۔ اب تو قرآن خوانی کا پیٹرن تبدیل ہو گیا ہے۔ آن لائن قرآن خوانی ہو رہی ہے کہ قرآن کے اتنے پارے پڑھ کر رکھے ہوئے ہیں اتنا پیسے دیں اور قرآن کا ثواب لے لیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! یہ قرآن کے ساتھ کیا مذاق ہو رہا ہے؟ دنیا کی کسی تحریر کا متن بغیر سمجھے کوئی نہیں پڑھتا لیکن کیا اللہ کا کلام ہی رہ گیا ہے جو بغیر سمجھے پڑھے جا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بغیر سمجھے بھی قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ اگر کوئی قرآن کو محبت سے سینے سے لگائے گا تو اس کا بھی اجر پائے گا۔ لیکن قرآن صرف ادب اور ثواب پہنچانے کے لیے نہیں آیا بلکہ یہ قرآن ہدایت کے لیے آیا ہے۔ سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں: ''جب میں رب سے کلام کرنا چاہتا ہوں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ سے کلام کرے تو میں قرآن پاک کو کھولتا ہوں۔''

قرآن کہتا ہے اللہ کی یہ کتاب ہمارے لیے نازل ہوئی ہے:

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩﴾ (الانبیاء) ''(اے لوگو!) اب ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کر دی ہے، اس میں تمہارا ذکر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟''

ذکر کا ایک مفہوم شرف، عزت یا وقار ہے لیکن یہاں کہا گیا کہ اس میں تمہارا ذکر موجود ہے۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ''ہمارے اسلاف قرآن حکیم کو ایک آئینے کے طور پر لیتے تھے۔''

میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ آٹھ دس رکوع قرآن کے ترجمہ کے ساتھ تلاوت کریں تو کوئی ایک نکتہ ضرور آپ کو ملے گا جو آپ سے متعلق ہوگا۔ جیسے فرمایا: ''اور فیصلہ کر دیا ہے آپؐ کے رب نے کہ مت عبادت کرو کسی کی سوائے اُس کے، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر پہنچ جائیں تمہارے پاس بڑھاپے کو ان میں سے کوئی ایک یا دونوں، تو انہیں اُف تک مت کہو اور نہ انہیں جھڑکو، اور ان سے بات کرو نرمی کے ساتھ۔'' (بنی اسرائیل:23)

یعنی ہلکی سی ناگواری کا صدور بھی تمہارے رویے اور وجود میں نہیں ہونا چاہیے۔ ذرا سوچیں! اگر ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھیں گے تو کیا یہ آیات پڑھتے ہوئے ہمیں احساس نہیں ہوگا کہ ہم والدین کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟ لیکن بغیر سمجھے پڑھنے سے ہم یہ مس کر رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں فرمایا:

پریس ریلیز: یکم اپریل 2022ء

بیجنگ کے ٹرائیکا پلس اجلاس میں افغان حکومت کو تسلیم نہ کرنا افسوسناک ہے

شجاع الدین شیخ

بیجنگ کے ٹرائیکا پلس اجلاس میں افغان حکومت کو تسلیم نہ کرنا افسوسناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ افغانستان میں افغان طالبان کی حکومت کو قائم ہوئے تقریباً آٹھ ماہ ہو چکے ہیں اور اس دوران افغان حکومت نے دنیا سے کیے ہوئے تمام وعدے بھی پورے کر دیے ہیں لیکن دنیا کے کسی ایک ملک کا بھی افغان حکومت کو تسلیم نہ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دنیا میں حکومتوں کے وجود کو تسلیم کرنا آج بھی سامراجی قوتوں کی آشیرباد سے مشروط ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ افغانستان کے حوالے سے پاکستان میں او آئی سی کے دو اجلاس ہو چکے ہیں۔ اب بیجنگ میں ٹرائیکا پلس کا اجلاس بھی ہوا ہے جس میں افغانستان کے چھ ہمسایہ ممالک نے شرکت کی لیکن معاملات رسمی باتوں سے آگے نہ بڑھ سکے اور افغان حکومت کو تسلیم کرنے کا اعلان نہ ہوسکا۔ اُنہوں نے کہا کہ چین کے وزیر خارجہ کے حالیہ دورۂ افغانستان میں افغانستان کو سی پیک منصوبے کا حصہ بنانے کی خواہش کا اظہار یقیناً مثبت بات ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ افغانستان کے ساتھ دوستی ظاہر کرنے والے ممالک مل کر افغان حکومت کو تسلیم بھی کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل ذمہ داری تو مسلم ممالک کی ہے کہ وہ بیس سال کی جدوجہد کے بعد طاغوتی قوتوں سے نجات حاصل کرنے والے اسلامی ملک افغانستان کو فی الفور تسلیم کریں اور اُن کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے ہر ممکن مدد دیں تاکہ افغان حکومت اپنے ملک کے اندرونی حالات کو بہتر بنانے کے لیے غیروں کی محتاج نہ رہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ﴾ (آل عمران: 185)
’’ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔‘‘

آج ہم ان ہدایات کو مس کر رہے ہیں اسی لیے معاشرے کا یہ حال ہے اور جس کتاب سے ہدایت لے کر انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارنا تھا اُس کتاب کو ہم نے محض ثواب کے لیے رکھا ہوا ہے۔ قرآن مجید کے نسخے مسجدوں میں رکھوا دیے یا اس کے سائے میں بیٹی کو رخصت کر دیا۔ حالانکہ قرآن کو نہ بیٹی کھولتی ہے نہ اس کے ماں باپ کھولتے ہیں کہ اس میں لکھا کیا ہے؟ کیا یہ قرآن شکایت لے کر کھڑا نہیں ہوگا؟ کیا صاحب قرآن ﷺ شکایت لے کر کھڑے نہیں ہوں گے؟ ارشاد ہوتا ہے:
﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝﴾ (الفرقان) ’’اور رسولؐ نے کہا (یا رسول کہے گا): اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز بنا دیا۔‘‘

چھوڑ دیا کا مطلب ہے کہ نہ تلاوت کر رہے ہیں، نہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں، نہ اس کو اللہ کی سب سے بڑی نعمت سمجھ کر اپنے شب و روز میں اس سے ہدایت حاصل کر رہے ہیں، نہ اس کے احکامات پر عمل کا لحاظ ہے اور نہ اس کے نفاذ کی کوشش ہے۔ نہ ختم نبوت کے بعد اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی فکر ہے۔ اگر آج یہ فکر نہیں ہے اور اس کے باوجود ہم حضور ﷺ کی شفاعت کی تمنا بھی رکھتے ہیں اور دعا بھی کرتے ہیں تو سوچیے! اگر حضور ﷺ شکایت لے کر کھڑے ہو جائیں تو کوئی ہمیں بچا سکے گا؟ اس حوالے سے ہمیں سوچنا چاہیے۔

کیا خوب بات ہو کہ اگر ہمارے نظام تعلیم میں قرآن حکیم باقاعدہ ایک سلیبس کے طور پر موجود ہو۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ ذرا وسیع تر بات کرتے تھے کہ اجتماعی سطح پر یونیورسٹیز کے لیول پر قرآن ایک مین کتاب کے طور پر پڑھائی جائے۔ باقی علوم کو ثانوی درجے میں رکھا جائے۔ لیکن ہم نے دوسرے علوم کا جتنا بھاری سلیبس بچوں پر لادا ہوا ہے اتنا ہی معاشرے میں اخلاق، حیا اور اعمال کا جنازہ نکل رہا ہے۔ جتنا بڑا تعلیم یافتہ ہے اتنا بڑا وہ فراڈ بھی کر رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہم نے تعلیم میں سے رب کو نکال دیا ہے۔ جبکہ قرآن کے نزول کی ابتدا ہی اس حکم پر ہوئی تھی:
﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝﴾ (العلق)
’’پڑھیے اپنے اُس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔‘‘

اب پاکستان میں اس حوالے سے کچھ خوش آئند فیصلے بھی ہوئے ہیں۔ 2017ء کے آفیشل گزٹ میں ایک پوری سکیم آف سٹڈیز دی گئیں کہ پہلی سے پانچویں تک ناظرہ پڑھایا جانا چاہیے اور چھٹی سے بارہویں کلاس تک ترجمہ پڑھایا جانا چاہیے۔ کے پی کے کی پچھلی حکومت نے اس حوالے سے سرکاری سکولوں میں کوشش شروع کر دی۔ الحمدللہ! اس دور حکومت میں بھی پنجاب میں طے ہوا ہے کہ چھٹی سے بارہویں تک ترجمہ قرآن پڑھایا جائے گا اور کوشش ہو رہی ہے کہ وہ لازمی مضمون کے طور پر ہو جس کا 50 نمبروں کا امتحان بھی ہونا چاہیے۔ یہ مثبت اقدام ہیں جن کی ہمیں حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

مزید خوش آئند بات یہ ہے کہ پچھلی وفاقی حکومت کے تحت تمام مکاتب فکر کے علماء کی ایک کمیٹی ’’اتحاد تنظیمات مدارس‘‘ بنی تھی۔ اس میں پانچ بڑے وفاق المدارس (دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، جماعت اسلامی اور اہل تشیع) کے علماء شامل ہیں۔ اس کمیٹی نے علم فاؤنڈیشن کا مرتب کیا ہوا قرآن مجید کا ایک سلیبس متفقہ طور پر منظور کر لیا ہے۔ علم فاؤنڈیشن کراچی میں ایک ادارہ ہے جس کے ساتھ میں بھی منسلک ہوں اور وہ 2009ء اس سلیبس پر کام کر رہا ہے جس میں قرآن حکیم کا ترجمہ، کچھ تشریح، مشقیں، سورتوں کے تعارف اور اسباق شامل ہیں۔ قرآن حکیم کا یہ سلیبس سات حصوں پر مشتمل ہے۔ الحمدللہ علم فاؤنڈیشن کی طرف سے مجھے بھی اس سلیبس کی تیاری میں سعادت ملی اور تین سالوں کی محنت کے بعد وفاق المدارس کا اس سلیبس پر اتفاق ہو گیا اور 28 جنوری 2020ء کو سب نے سائن کر دیے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں اس قرآن کو ایک لازمی مضمون کے طور پر سلیبس میں شامل کریں۔ اس وقت پاکستان میں ساڑھے پانچ کروڑ بچے سکولوں میں جاتے ہیں اور ڈیڑھ کروڑ سکولوں سے باہر ہیں۔ اگر یہ سات کروڑ بچے سکولوں اور کالجز میں قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ اور مشقوں کے ساتھ پڑھیں گے تو سوچ لیں کہ دس سال کے بعد ہمارے پاس کون سی نسل ہوگی۔ آپ کو چاہیے اس بات کو عام کریں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس میں سے خیر برآمد کرے۔ بہت سے لوگ ہوں گے جن کے اپنے سکولز ہوں گے وہ بھی اس کو عمل میں لا سکتے ہیں۔

اسمبلی ہر سکول میں ہوتی ہے لاکھوں بچے اسمبلی میں کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض سکولوں میں یہاں تک ہوا کہ ایک طالب علم نے تلاوت کرنی ہے دوسرے نے ترجمہ کرنا ہے اور ایک استاد نے آکر ان آیات کی تشریح بیان کرنی ہے۔ میں کراچی میں ایسے سکولز کو جانتا ہوں جن میں دو سالوں میں 17، 18 پاروں کی تکمیل ہو چکی ہے۔ بلکہ ایک جگہ تو پورا قرآن مکمل ہو چکا ہے اور دوبارہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس کے علاوہ پرائیویٹ اداروں میں یہ کام ہو رہا ہے۔ یہ ممکن ہے، کیا جا سکتا ہے۔

میری اگلی گزارش گھروں کے اعتبار سے ہے۔ ہمارے گھروں کو قرآن پاک کا مرکز ہونا چاہیے۔ ایک دور تھا کہ گھروں میں قرآن پاک کی تلاوت سے پہلے ناشتہ نہیں ملتا تھا۔ آج یہ ہو رہا ہے کہ بچہ کارٹون نہ دیکھے تو اس کی آنکھ نہیں کھلتی یا ورکر صبح گانا نہ سنے تو اس وقت تک اس کے ہاتھ نہیں چلتے۔ حالانکہ گھر تو ہمارے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے ان کو پاکستان سے زیادہ باہر لوگ سن رہے ہیں۔ باہر کے لوگوں نے تو یہاں تک ترتیب بنا رکھی ہے کہ اتوار کو دو چار گھرانوں کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور مل کر ڈاکٹر صاحب کو سن رہے ہیں۔ یہ ترتیب بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کسی کا کسی دوسرے عالم پر اعتماد ہے، ان کو پسند کرتا ہے تو ان کی ترجمہ تشریح پڑھ لے لیکن قرآن سے اپنے آپ کو ضرور جوڑے۔ ہم نے دنیا جہاں کا ٹیکسٹ اپنے بچوں کو پڑھا لیا اور کوالیفائیڈ بنا لیا لیکن اللہ کی کتاب کو کتنا پڑھا ہے؟ یہاں میں بانی تنظیم اسلامی کا بیان القرآن تجویز کروں گا جو ڈاکٹر ذاکر نائیک کی درخواست پر 1988ء میں ریکارڈ ہوا۔ چنانچہ وہ پہلے کیبل پر چلتا تھا اب وہ سیٹلائٹ چینل پر چل رہا ہے۔ الحمدللہ۔ اللہ نے اس کو بڑا قبول فرمایا۔ اس کا دورانیہ 108 گھنٹے پر مشتمل ہے۔ روزانہ ایک گھنٹہ اگر سنیں تو تقریباً چار مہینے میں مکمل ہو جائے گا۔ روزانہ تقریباً 15 منٹ سنیں تو ایک سال میں پورا قرآن آپ سن سکتے ہیں۔ میری تعلیم یافتہ لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ اس کو ضرور سنیں۔ میں ذاتی طور پر ایسے گھرانوں اور اداروں کو جانتا ہوں جہاں پر یہ کام اجتماعی طور پر کیا جا رہا ہے اور ہو سکتا ہے۔ یوں اگر قرآن ہمارے گھرانوں میں آئے

تو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی آئیں گی۔

رات کا قیام

الحمدللہ ! ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1984ء سے رمضان المبارک میں نماز تراویح کے ساتھ دورہ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا تھا جس کو اللہ نے قبول عام فرمایا۔ یہ پروگرام اب پاکستان بھر میں کئی مقامات پر سینکڑوں کی تعداد میں ہو رہا ہے۔ آگے رمضان آ رہا ہے۔ یہ آپ کی ایک ماہ کی انوسٹمنٹ ہے۔ میں اپنا تاثر شیئر کرتا ہوں کہ ہم نے لوگوں کی زندگیاں بدلتی ہوئی دیکھی ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ جہاں بھی یہ پروگرام ہو رہا ہے اس میں ضرور شامل ہو جائیں۔ ہمارے ساتھیوں سے رابطہ رکھیں۔ جو ریکارڈنگز دیکھنا چاہے وہ تنظیم کی ویب سائٹ پر دیکھ لے۔

ہم سب محمد ﷺ کے امتی ہیں اور اس امت نے بڑا کام کرنا ہے۔ پیٹ بھرنا، بچے پالنا، گھر بنانا یہ کام چرند پرند اور حیوان بھی کر لیتے ہیں۔ اس اُمت کو اللہ نے بڑے کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:
﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ (الحج:78) ”اُس نے تمہیں چن لیا ہے“
پہلے سوا لاکھ انبیاء ورسل کو چنا، نبی اکرم ﷺ کے بعد اب اس امت کو اللہ نے اس کام کے لیے چنا ہے۔ ختم نبوت کے بعد اب دین کو پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اس دعوت کے کام کو بھی محمد مصطفی ﷺ نے قرآن مجید کے ذریعے انجام دیا۔ مکہ کے تیرہ برس تلوار نہیں چلی، قرآن کے ذریعے اسلام پھیلا۔ دعوت، تبلیغ، تذکیر اور تزکیہ، بشارت اور انذار کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن حکیم کو ذریعہ بنایا۔ ظاہر ہے ہم سیکھیں گے تو آگے پہنچائیں گے۔ ہم پہلے گزریں گے قرآن سے تو دوسروں کو گزاریں گے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:
”تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“ (بخاری)

اللہ کا یہ کلام صرف تلاوت کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ یہ اقامت کا تقاضا کرتا ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کا اُمتی ہونے کے ناطے ہمارا فرض صرف دعوت وتبلیغ ہی نہیں بلکہ قرآنی احکامات کو معاشرے میں نافذ کرنا بھی ہمارا فریضہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سب سے بڑے داعی تھے مگر ان کا خون طائف میں اور احد میں بہا ہے۔ آپ ﷺ کے گھر میں فاقے بھی آئے ہیں۔ آپؐ کے پیارے صحابہؓ شہید ہوئے ہیں۔ یہ سب آپ ﷺ نے برداشت کیا ہے اس عظیم قرآنی مشن کے لیے تاکہ معاشرے میں انصاف قائم ہو، اللہ کا نظام قائم ہو۔ ہم سب کے پیٹ بھرے ہوئے ہیں الحمدللہ! مگر جس کے پاس دو وقت کا کھانا نہیں ہے کیا وہ نارمل لائف گزار سکتا ہے؟ انسانیت کی فلاح اور معاشرے میں عدل وانصاف کے لیے قرآن کا نفاذ بھی ضروری ہے اور ختم نبوت کے بعد یہ ہم سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ یہ کام اکیلے نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے جماعت ضروری ہے۔ کسی بھی ایسی جماعت کے ساتھ کھڑے ہو جائیں جو منہج نبوی کے مطابق اقامت دین کی جدوجہد کر رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(10 تا 15 مارچ 2022ء)

جمعرات (10 مارچ) کو مرکزی اسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (11 مارچ) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد نماز عصر قرآن اکیڈمی، DHA میں چار نکاح پڑھائے۔

ہفتہ (12 مارچ) کو طے شدہ پروگرام کے مطابق اسلام آباد روانگی ہوئی۔ وہاں سے حلقہ مالاکنڈ کے دورہ کے لیے چکدرہ روانگی ہوئی۔ بعد نماز مغرب امیر حلقہ کے ہمراہ غالیگے سوات کے لیے روانگی ہوئی۔ وہاں پر ترجمہ قرآن کی تکمیل کے موقع پر بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور ”قرآن اور ہم“ کے موضوع پر خطاب کیا۔

اتوار (13 مارچ) کو ناشتہ کے بعد شانگلہ اور بشام سے آئے ہوئے رفقاء سے ملاقات کی۔ بعد ازاں نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ کی معیت میں تیمر گرہ کے لیے روانگی ہوئی۔ وہاں پر حلقہ کے رفقاء سے تعارف کے بعد ”قرآن اور انفاق“ کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے۔ چائے کے وقفہ کے بعد ذمہ داران سے نشست ہوئی۔ تعارف کے بعد سوال وجواب ہوئے۔ اس کے بعد باجوڑ جانا ہوا۔ وہاں کے معروف راحت ہوٹل میں ”اسلام، پاکستان اور ہم“ کے موضوع پر خطاب ہوا۔ شریک رفقاء واحباب کی تعداد تقریباً 300 سے زائد تھی۔ آخر میں سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی۔ وہاں سے تیمر گرہ واپسی ہوئی۔ بعد نماز مغرب بلامٹ ملاکنڈ کے مقام پر ایک مسجد میں ”دین اسلام کے تقاضے“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ رات بزرگ رفیق محترم محمد فہیم خان کے ہاں قیام رہا۔

پیر (14 مارچ) کی صبح امیر حلقہ کے ساتھ بٹ خیلہ جانا ہوا۔ جہاں ملتزم رفیق قاری امین الرحمن کے مدرسے میں ”قرآن مجید اور ہم“ کے موضوع پر خطاب ہوا، جس میں 70 سے زائد سامعین شریک ہوئے۔ وہاں سے فراغت کے بعد ایک مقامی کالج میں ”مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق“ کے حوالے سے بھرپور خطاب کیا اور طلبہ کے سوالات کے جوابات دیئے۔ دوپہر کو مقامی تنظیم تھانہ کے امیر، اسلم باچا صاحب سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ پھر لاہور واپسی ہوئی۔

منگل (15 مارچ) کو مرکز میں شعبہ سمع وبصر، شعبہ نظامت اور شعبہ تعلیم وتربیت کے ناظمین سے نائب امیر کے ہمراہ ملاقاتیں رہیں۔ بعد نماز عصر حافظ شفیق سے ملاقات ہوئی۔ بعد نماز مغرب ایک سالہ کورس، شام کی کلاسز اور Weekend کورس کے طلبہ میں تقسیم اسناد کے پروگرام میں شرکت کی اور آخر میں صدارتی خطاب فرمایا۔ رات بعد نماز عشاء بک فیئر والے آگئے، ان سے ناظم اعلیٰ کے ہمراہ ملاقات رہی۔ انہوں نے اپنے ادارے سے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی طبع شدہ کتب کا سیٹ پیش کیا۔ ان کو بانی محترم کی کتب کی اشاعت کے حوالہ سے چند مشورے دیئے اور احتیاطوں کی تلقین کی۔

نائب امیر صاحب سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

امیر سے ملاقات

(دوسری قسط)

میزبان: آصف حمید

سوال: تنظیم اسلامی کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب: یہ بہت اہم سوال ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نجات کے اعتبار سے ایمان شرطِ لازم ہے۔ اکثر یہ جملہ آتا ہے کہ عقیدہ درست ہونا ضروری ہے اور اس میں دورائے قطعاً نہیں ہوسکتیں۔ اب یہ سوال کہ تنظیم اسلامی کا عقیدہ وہابیت ہے یا دیوبندیت ہے؟ گزشتہ نشست میں یہ ذکر آگیا تھا کہ مسلمانوں میں مختلف مکاتب فکر ہیں۔ جہاں تک عقائد کی بات ہے تو تنظیم اسلامی کے عقائد مرتب شدہ صورت میں موجود ہیں اور وہی ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔ ہم قرآن مجید کے ساتھ سنت رسول ﷺ کو بھی دین میں حجت مانتے ہیں۔ جب ہم اہل سنت والجماعت میں جماعت کہتے ہیں تو اس سے مراد جماعت صحابہ ہے کہ ان پر ہمارا اعتماد ہے کہ کتاب وسنت کی تعلیمات ان کے ذریعے ہم تک پہنچیں اور ان تعلیمات کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے جو پہلا معاشرہ قائم فرمایا وہ صحابہ کرام ؓ کا معاشرہ تھا۔ جب اہل سنت والجماعت کہا جائے گا تو اس میں سنی مکاتب فکر کے تمام لوگ آجائیں گے جن میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث سب شامل ہیں۔ یعنی اہل سنت والجماعت کے عقائد ہی تنظیم اسلامی کے عقائد ہیں۔ اس میں موزوں ترین دو عبارات ہیں۔ ایک ایمان مجمل ہے جس میں ذات باری تعالیٰ کا ذکر آتا ہے اور ایک ایمان مفصل ہے جس میں ایمانیات کے مختلف گوشوں کا ذکر آتا ہے۔

ایمان مجمل:

''میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفات کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کیے زبان سے اقرار کرتے ہوئے اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے۔''

ایمان مفصل:

''میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر کا خالق اللہ ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔''

اس کے ساتھ ساتھ ختم نبوت کا عقیدہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی معنی میں نہ نبی ہے نہ رسول ہے اور معصومیت کا معاملہ بھی نبی اکرم ﷺ پر آکر ختم ہو گیا۔ لیکن انبیاء کے بعد مقدس ترین جماعت صحابہ کرام ؓ کی جماعت ہے اور صحابہ کرام ؓ تمام کے تمام قابل اعتماد ہیں۔ ان میں کچھ جزوی فضیلت کا معاملہ بھی ہے۔ مثلاً خلفائے راشدین فضیلت میں اولیت رکھتے ہیں اُن کے بعد عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر اور اصحاب شجرہ، پھر یہ کہ خلفائے راشدین میں بھی فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو اُن کی خلافت کے انعقاد کی ہے۔ تعارف تنظیم اسلامی کتابچے میں ان عقائد کو تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے۔ جہاں

مرتب: ابوابراہیم

تک فقہی معاملات ہیں تو ہمارے ہاں ایک طبقہ اہل حدیث (وہابی) کا ہے اور دوسرا طبقہ احناف کا ہے جس میں دو حصے ہیں ایک دیوبندی ہیں اور دوسرے بریلوی ہیں۔ اس حوالے سے ہماری اصولی پالیسی ہے کہ ہمارا کوئی آدمی فقہی معاملات میں جس طبقہ کو فالو کرنا چاہے تو وہ کرسکتا ہے اس کو اجازت ہے۔ کیونکہ ہماری اُٹھان کسی مسلک کی بنیاد پر نہیں ہے اس لیے ہم یہ آزادی دیتے ہیں۔ البتہ بعض رسومات (سوئم، چالیسواں اور سالگرہ وغیرہ) جن کے لیے شرعی دلیل ہمارے پاس نہ ہو اور نہ سیرت نبوی ﷺ اور سیرت صحابہ ؓ میں کوئی عملی ثبوت ہو ان سے ہم اجتناب کرتے ہیں۔ کیونکہ دین ہم تک قرآن وسنت اور صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے تعامل سے پہنچا ہے۔ اگر وہاں سے ہمیں کسی کام کی شرعی دلیل نہیں ملتی تو پھر ہمیں اس کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شرعی طور پر ایسا طرزِ عمل بدعات کے ذیل میں آئے گا جس کے لیے نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار))

ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ ویسے فقہی تناظر میں جب کسی مسئلے میں تنظیم کی سطح پر رائے قائم کرنی ہو تو ہم معروف مکاتب فکر کے علماء سے مسئلہ معلوم بھی کرتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ شرعی پردے کے حوالے سے بانی تنظیم اسلامی نے معروف مکاتب فکر کے علماء سے تحریری رائے حاصل کی اور اس کے بعد تنظیم اسلامی کی سطح پر رائے قائم کی اور اس کو ہم نے شرعی پردے کے تعلق سے اپنے تربیتی کورسز میں بھی پڑھایا اور تحریری طور پر بھی جاری کیا۔ یعنی ہم چہرے کے پردے کے قائل ہیں۔ اب اگر پھر بھی ہمیں کوئی وہابی ہونے کا طعنہ دے تو میں مولانا ابوالکلام آزاد کے قول کے مصداق یہی کہوں گا کہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کیوں کی؟

جواب: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ولادت کا سال 1932ء ہے اور جب وہ جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے تھے تو یہ 1957ء کی بات ہے۔ یعنی اس وقت ان کی عمر صرف 25 سال تھی۔ لیکن جب وہ علیحدہ ہوئے تو انہوں نے دو اڑھائی گھنٹے کی تقریر کی ہے اور جماعت اسلامی کے بڑے اکابرین بشمول مولانا مودودیؒ کے سامنے اپنا موقف بھی پیش کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب اکیلے الگ نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے ساتھ جماعت کے بڑے بڑے اکابرین تھے جن میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ، مولانا عبدالغفار حسن اور حکیم عبدالرحیم اشرف شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اقامت دین کی فکر اور احیائے دین کا تصور اصولی طور پر مولانا مودودی سے لیا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف رائے کا معاملہ نہیں ہے کیونکہ قیام پاکستان سے پہلے جماعت اسلامی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت تھی۔ وہاں چار باتیں بیان کی گئی تھیں کہ پہلے افکار کی تطہیر کی کوشش کی جائے، پھر کردار کی تبدیلی کی کوشش کی جائے، پھر معاشرے میں تبدیلی کی کوشش کی جائے اور پھر نظام کی تبدیلی کی طرف پیش قدمی کی

جائے۔ ڈاکٹر صاحبؒ اس پورے موقف سے اتفاق فرماتے تھے۔ لیکن قیامِ پاکستان کے بعد جب جماعت اسلامی نے انتخابات میں اترنے کا فیصلہ کرلیا تو گویا اس نے پہلے تین باتوں کو بائی پاس کر ڈالا۔ ڈاکٹر اسرارؒ فرماتے تھے کہ: ’’1940ء سے 1947ء کی جماعت اسلامی کو میں آج تک own کرتا ہوں‘‘۔ بہرحال جب جماعت اسلامی انتخابی سیاست میں اتر گئی تو یہ اس کا point of diviation تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب اور دوسرے اکابرین جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے الگ ہوتے وقت اختلاف ضرور پیش کیا لیکن اس کو فوری تحریری شکل نہیں دی بلکہ دس سال بعد اس کو تحریری شکل میں لائے۔ اب پاکستان کی 75 برس کی تاریخ گواہ ہے کہ انتخابی سیاست کا راستہ پاکستان کے معروضی حالات میں اسلامی انقلاب کے لیے موزوں نظر نہیں آتا۔ پھر یہاں کی سیاست کے اپنے تقاضے ہیں۔ وہاں مصلحت بھی اختیار کرنا پڑتی ہے اور نہ جانے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب کا علیحدہ ہونے کا معاملہ علیٰ وجہ البصیرت تھا۔ یہ یاد رہے کہ اگر کوئی شخص ایک دینی اجتماعیت سے نکل کر کسی دوسری اجتماعیت میں جاتا ہے یا دوسری اجتماعیت بنالیتا ہے تو وہ اسلام سے نہیں نکل گیا۔ ہمارے ہاں بعض لوگوں کا یہ نظریہ بن چکا ہے کہ کوئی ان کی جماعت سے نکل گیا تو وہ اسلام سے ہی نکل گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بارہا کہا کہ تنظیم اسلامی اپنے آپ کو الجماعۃ نہیں کہتی بلکہ الجماعۃ تو پوری امت ہے جو کلمہ گو مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ آج دینی سیاسی جماعتیں زوال کے جس مقام پر کھڑی ہیں وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ تنظیم اسلامی کا خیال ہے کہ اگر آج ہم اقامت دین کی جدوجہد کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو اس کے لیے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ سامنے رکھنا ہوگا اور نفاذ شریعت کے مطالبے کے لیے ایک تحریک کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ اس کے لیے اولاً ایک اجتماعیت قائم کرنا ضروری ہے جس میں فکری تطہیر، کردار کی بہتری (افراد و معاشرہ) اور پھر نظام کی تبدیلی کی طرف پیش رفت کا معاملہ ہو۔ بہرحال اصولی طور پر تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی میں انتخابی سیاست اور منہج انقلاب نبویؐ کے مطابق تحریک کا فرق ہے۔

سوال: کیا تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی کسی ایک پلیٹ فارم پر ایک دوسرے سے تعاون کر سکتے ہیں؟

جواب: یہ وسعت قلبی تو ہم میں ہونی چاہیے۔ تعاون کے اعتبار سے قرآن کی راہنمائی یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کریں اور گناہ کے کاموں میں تعاون نہ کریں۔ حال ہی میں بنک انٹرسٹ یعنی سود کے حوالے سے عدالت میں کیس چل رہا ہے۔ اس کیس کے پٹیشنرز میں تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی دونوں شامل ہیں۔ دونوں جماعتوں کے وکلاء مل بیٹھ کر حکمت عملی تیار کر کے وہاں پر حصہ لے رہے ہیں۔ تنظیم اسلامی انسداد سود کے حوالے سے مختلف مہمات چلاتی رہی ہے اور ایک مرتبہ منصورہ سے لوگ آئے اور ہم نے ان کو اپنا Content استعمال کرنے کے لیے دیا۔ بہت سارے امور پر ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون بھی رہتا ہے اور کچھ فورمز مثلاً ملی یکجہتی کونسل کے فورم پر ہم جماعت اسلامی کے ساتھ تعاون بھی کرتے ہیں۔ الحمدللہ!

جہاں تک انتخابی سیاست میں تعاون کا معاملہ ہے تو ہم نے ووٹ دینے کے حوالے سے دو شرائط اپنے رفقاء کے لیے رکھی ہوئی ہیں کہ ایسا امیدوار جو ظاہراً کبائر میں مبتلا نہ ہو اور جس کی جماعت میں خلاف اسلام کوئی شق نہ ہو اس کو ووٹ دیا جاسکتا ہے۔ ان شرائط کی روشنی میں ہم دینی سیاسی جماعت کے امیدوار کو ہی ووٹ دیتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف مختلف مسالک کی دینی سیاسی جماعتیں ہیں اور مسلک کی بنیاد پر ان کا ووٹ تقسیم ہوجاتا ہے تو اس اصول کی روشنی میں بھی ہمارا قریب کا تعلق جماعت اسلامی سے ہی جڑتا ہے۔ مشرف کے دور میں ایم ایم اے بنی جس میں تمام دینی سیاسی جماعتیں متحد ہوئیں اور ہم نے ایم ایم اے کو سپورٹ کیا لیکن نتیجتاً اس دور میں اسلام کو جتنا ریورس گیئر لگا شاید اس سے پہلے کبھی نہیں لگا۔ موجودہ معروضی حالات بتا رہے ہیں کہ جتنی سیٹیں ایم ایم اے کو مشرف کے دور میں ملی تھیں آج ان کا کوئی امکان نہیں۔ سابق امیر جماعت اسلامی سید منور حسنؒ نے بھی دو تین مرتبہ یہ کہا کہ ’’میرا بھی خیال یہ ہے کہ انتخابی سیاست سے اسلام نافذ ہونے والا نہیں ہے۔‘‘ پھر تحریک اسلامی کے منعقد کردہ ایک سیمینار کے موقع پر انہوں نے کہا کہ ’’ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جو تجویز دی ہے اور جو تبصرہ فرمایا ہے ہمیں اس پر توجہ کرنی چاہیے۔‘‘ اس سیمینار میں، میں خود موجود تھا۔ بہرحال ہم سمجھتے ہیں کہ انتخابی سیاست کے ذریعے یہاں دین کا نفاذ نہیں ہوسکتا لیکن جو اس میدان میں اخلاص کے ساتھ کام کر رہے ہیں ہم ان کے لیے دعاگو رہیں گے۔

سوال: تنظیم اسلامی کو قائم ہوئے تقریباً 47 سال ہو چکے ہیں اب تک تنظیم نے کن اہداف کو حاصل کیا ہے؟

جواب: ہمارے ہاں دینی جماعتیں مسلکی بنیاد پر ہیں جن کی جڑیں مضبوط ہیں لیکن تنظیم اسلامی مسلک سے بالاتر ہو کر دعوت دے رہی ہے۔ اس وقت جمہوریت کے علاوہ کسی کو اور کچھ نظر نہیں آتا چنانچہ جس کے اندر بھی تھوڑا جذبہ ہوتا ہے تو وہ فوراً مین سٹریم سیاست میں آنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ ہم جوبات کر رہے ہیں وہ دلائل کے ساتھ کرتے ہیں اور پھر اس کو منہج انقلاب نبویؐ سے جوڑا جائے۔ پھر جب بھی دینی جماعتوں نے تحریک چلائی ہے ختم نبوت اور تحفظ قانون ناموس رسالت کے حوالے سے تو قوم نے ساتھ دیا ہے۔ کیونکہ جب متفق علیہ بات لے کر کھڑے ہوں گے جس میں دینی اعتبار سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہوگا تو پھر قوم قربانی دینے کے لیے کھڑی ہو گی۔ بعض بڑی دینی جماعتوں اور بڑے مکاتب فکر کے مقابلے میں ہم عددی اعتبار سے کم بھی ہیں اور نسبتاً بقیہ کے کے مقابلے میں نئے بھی ہیں تو وہ مارجن ہمیں دینا پڑے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہ تحریک اور نہ انتخابی سیاست سے اسلام آئے گا بلکہ بس دعوت دیتے رہو تو ہوجائے گا۔ اخلاص کے اعتبار سے ہم ان پر بھی شبہ نہیں کر سکتے کیونکہ اخلاص والے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہوگا۔ لیکن دنیا میں اگر کوئی کام کرنا ہے تو امت کو محمد رسول اللہ ﷺ کے راستے کو ہی اختیار کرنا ہوگا۔ البتہ انتخابی سیاست کے جس دلدل میں ہم پھنس چکے ہیں وہاں تحریک والا طریقہ عملی طور پر اختیار کرنا بہت مشکل ہے۔ اسی طرح نظام کی تبدیلی کی بات کرنی ہے لیکن پہلے اپنے چھ فٹ کے جسم پر دین کو نافذ کرنا ہے، پھر اپنے گھر سے شروع کرنا ہے۔ پھر بھی میں کہوں گا کہ کمی ہوگی، مجھ میں کمی ہے، میرے رفقاء میں کمی ہے، ہمیں اس طرح جدوجہد کرنی چاہیے جو بانی تنظیم اسلامی کہتے تھے کہ اپنا تن من دھن لگاؤں گا تو ان شاء اللہ، اللہ مدد فرمائے گا اور بات آگے بڑھے گی۔ دوسری دینی سیاسی جماعتوں میں بھی یہ بات چل رہی ہے کہ بانی تنظیم اسلامی کے طریقے کو فالو کریں۔ جب مختلف مکاتب فکر کے علماء سے ملاقات ہوتی ہے تو ڈسکشن میں یہ بات موجود ہوتی ہے۔ میں دیانتداری کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ان حلقوں میں ان پہلوؤں سے بات چل رہی ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے۔ اگر ہم بات چلائیں گے، دعوت کا کام بڑھائیں گے، ڈسکشن ہوگی تو شاید تحریک کے حوالے سے ہم کوئی پیش رفت کر سکیں۔

سوال: تنظیم اسلامی میں اب تک علماء نے شمولیت اختیار کیوں نہیں کی؟

جواب: تمام مکاتب فکر میں علماء موجود ہیں اور اختلاف رائے تو وہاں پر بھی موجود ہے۔ دین کے احیاء کے اعتبار سے کام کرنے کے لیے بڑے گوشے ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی

فرماتے تھے کہ دین کے احیاء کا عمل بڑا بسیط عمل ہے کیونکہ اس کے بہت سارے گوشے ہیں۔بعض اوقات ایک گوشے والا دوسرے گوشے والے کو دیکھے گا تو لگے گا بالکل متضاد کام ہے لیکن اگر آپ پورے کینوس کو دیکھیں گے تو یہ سارے گوشے ایک دوسرے کو کمپلیمنٹ کریں گے، ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتے۔دین کے احیائی عمل میں پتا نہیں کتنا عرصہ لگ جائے، کئی کئی شخصیات کیا، جماعتیں کیا، تحریکیں بھی ختم ہوجائیں گی۔کیا تحریک شہیدین کے حضرات کے خلوص پر کوئی شبہ کرسکتا ہے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ہم تو ان کے درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہیں لیکن ظاہری اعتبار سے کامیابی نہیں ملی۔لیکن دنیا کی کامیابی اصل کامیابی نہیں ہے، کتنے انبیاء کرام ﷩ شہید ہو گئے لیکن دین تو غالب نہ ہوسکا۔وہ اللہ کے ہاں کامیاب ہیں۔اللہ کا دین غالب ہوگا وہ اللہ کی مشیت میں ہے کہ کب ہوگا بس ہم نے اپنا حصہ ڈالنا ہے۔جہاں تک علماء کا تنظیم میں شامل ہونے کا معاملہ ہے تو ڈاکٹر صاحبؒ دینی وفقہی مسائل میں علماء سے رابطہ بھی رکھتے تھے اور آراء بھی لیتے تھے۔دوسرا وہ یہ بھی کوشش کرتے تھے کہ اپنے فورمز میں علماء کو دعوت دیتے تھے۔محاضرات قرآنی ایک بڑا مشہور فورم تھا جو 1980ء کی دہائی میں شروع کیا گیا تھا۔اس میں ڈاکٹر صاحب علماء کو دعوت دیتے تھے۔

1985ء میں فرائض دینی کے جامع تصور پر محاضرات ہوئے تھے۔یعنی عبادت رب، شہادت علی الناس اور اقامت دین۔یہ شائع شدہ ہے۔انہوں نے پاکستان اور ہندوستان کے سو کے قریب علماء کو دعوت دی کہ یہ میرا تصور فرائض دینی ہے، اس پر آپ اختلاف کرنا چاہیں تو اختلاف کریں یا اگر تنقید کرنا چاہیں تو تنقید کریں۔غالباً 25 کے قریب علماء تشریف لائے جن میں سے کچھ نے تائید کی اور کچھ نے اختلاف بھی کیا۔جو تشریف نہ لا سکے انہوں نے تحریری طور پر اپنا تاثر پیش کیا، تائید کرنے والے لوگ بھی اس میں شامل رہے۔البتہ شامل ہونے کے حوالے سے بہت سے علماء کا کہنا ہے کہ دین کی خدمت کے بہت سارے گوشے ہیں، ایک گوشہ ہے قال اللہ قال الرسول ﷺ کا، یعنی قرآن وحدیث کی تعلیم وتعلم کا۔کسی کا خیال ہے کہ دارالافتاء کو ہم نے سنبھالنا ہے، کسی کا خیال ہے کہ مدارس کو ہم نے سنبھالنا ہے۔بہرحال ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ سارے کام کرنے کے ہیں ہم نے اس محاذ کو سنبھال رکھا ہے۔یہ جو کہا جاتا ہے کہ علماء تنظیم میں بالکل شامل نہیں تو یہ بالکل غلط ہے۔اس وقت ڈیڑھ سو سے زائد علماء تنظیم اسلامی میں شامل ہیں جنہوں نے درس نظامی کیا ہوا ہے، ان میں سے بعض نے تخصص بھی کیا، افتاء کا بھی کورس مکمل ہے۔ان میں بڑی تعداد نوجوان علماء کی بھی ہے، کچھ بزرگ بھی ہیں اور وہ پاکستان بھر میں ہیں۔اسی طرح ہم اپنے ہفتہ وار میگزین ندائے خلافت اور ماہنامہ میثاق میں بہت سے اہل علم کی تحریریں شائع کرتے ہیں بلکہ بعض علماء اپنی تحریریں بھجواتے بھی ہیں۔پھر ہمارے رسالوں کا علماء مطالعہ بھی کرتے ہیں۔ہمارے بعض فورمز (سیمینارز وغیرہ) میں علماء آکر خطاب کرتے ہیں جس میں ڈاکٹر صاحب کی فکر کی تائید کرتے ہیں اور دعائیں بھی دیتے ہیں۔پھر مجھے خود بعض مدارس اور علماء کے مختلف فورمز پر جاکر گفتگو کرنے کا موقع ملتا ہے۔علماء کے ساتھ ربط وتعلق پیدا کرنے کے لیے ماضی میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور سابق امیر حافظ عاکف سعید کی کاوشیں رہی ہیں۔البتہ یہ کہنا کہ تمام علماء تنظیم اسلامی میں شامل ہوجائیں یہ ایک بڑی خواہش تو ہوسکتی ہے اللہ کرے کہ ایسا ہو لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے مقام پر رہ کر اپنے حصے کا کام بھی کر رہے ہیں اور ہمارے ساتھ تعاون بھی کرتے ہیں اور ہمارے لیے دعا بھی کرتے ہیں۔تین چار مہینے پہلے میری قیادت میں تنظیم اسلامی کا وفد جامعہ بنوری ٹاون گیا وہاں مفتی شامزئیؒ اور مولانا عبدالرزاق اسکندرؒ کے صاحبزادوں سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے بڑے اچھے جذبات کا اظہار کیا اور تائید بھی کی۔انہی دنوں انسداد سود کے حوالے سے ہماری مہم چل رہی تھی اس میں تعاون کے سلسلے میں انہوں نے کہا کہ آپ اپنا لٹریچر ہمیں دیں، ہم یہاں آس پاس کی مساجد میں ایک جمعہ معین کردیں گے جہاں اسی موضوع پر خطاب ہوگا۔

سوال: تنظیم اسلامی کا کوئی رفیق کن شرائط پر درس قرآن یا تفسیر قرآن دے سکتا ہے؟

جواب: قرآن حکیم کے فہم کے بہت سارے پہلو بیان ہوسکتے ہیں۔ان میں دو بنیادی ہیں: تذکر اور تدبر۔قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹﴾ (ص)

”(اے نبی ﷺ!) یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے بہت بابرکت ہے' تاکہ وہ اس کی آیات پر تدبر کریں اور ہوش مند لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔“

تدبر قرآن حکیم کی گہرائی میں اتر کر غور وفکر کرنا ہے۔یعنی قرآن حکیم کے الفاظ پر غور کرنا، صرف ونحو کے مباحث کو کھولنا، احادیث کی روشنی میں قرآن پاک کو دیکھنا، فقہی مسائل اور دور جدید کے فتنوں کا حل نکالنا وغیرہ جبکہ تذکر قرآن حکیم کا بنیادی پیغام ہے جو اس کے surface پر موجود ہے۔اسی مفہوم میں سورۃ القمر کی آیت ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۷﴾ ”اور ہم نے قرآن کو آسان کردیا ہے نصیحت اخذ کرنے کے لیے، تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا!“

پھر آیات پر غور وفکر کی دعوت بھی ہے:

﴿اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝۱۷ وَاِلَى السَّمَاۗءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝۱۸ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝۱۹ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰﴾ (الغاشیہ) ”تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں اونٹوں کو کہ انہیں کیسے بنایا گیا ہے! اور (کیا یہ دیکھتے نہیں) آسمان کو کہ کیسے بلند کیا گیا ہے! اور (کیا یہ دیکھتے نہیں) پہاڑوں کو کہ کیسے گاڑ دیے گئے ہیں! اور (کیا یہ دیکھتے نہیں) زمین کی طرف کہ کیسے بچھادی گئی ہے!“

اب ایک عام مسلمان دیہاتی بھی قرآن حکیم سے راہنمائی لے لے گا لیکن ایک سائنسی ذہن رکھنے والا تعلیم یافتہ انسان اپنے حساب سے اس سے راہنمائی لے گا۔تذکر اور تدبر کے پہلو کو سامنے رکھیں تو بیان کے اعتبار سے ہمارا جو رخ ہے وہ پہلے کی طرف ہے۔اسی وجہ سے ہمارے ہاں شرائط ہیں۔ان شرائط کو جب علماء کے سامنے رکھتا ہوں تو وہ حیران ہوجاتے ہیں اور پسند بھی کرتے ہیں۔شرائط یہ ہیں۔

1۔ہر رفیق درس نہیں دے سکتا۔اس کے لیے ایک معیار تو یہ ہے کہ وہ کم از کم تنظیم کے سینئرز میں شامل ہو یعنی وہ ملتزم رفیق ہو۔

2۔تجوید کا ٹیسٹ پاس کرنا لازم ہے۔اس کا ٹیسٹ اس کے شہر میں ہوگا لیکن مرکز کا ایک استاد اس کو چیک کرے گا۔اگر وہ پاس ہوگا تو وہ تنظیم کے پلیٹ فورم سے درس دے سکتا ہے۔

3۔عربی گرائمر کا ٹیسٹ ہوگا۔یعنی گرائمر کا بنیادی علم حاصل کرنا ضروری ہوگا جس کی مدد سے وہ قرآن کے الفاظ کا ترجمہ کرسکے۔

4۔ہمارے ہاں مدرسین کے لیے ایک بنیادی کورس ہوتا ہے جس میں بہت سارے احتیاطی پہلوؤں پر بھی توجہ دلائی جاتی ہے کہ تفسیر بالرائے نہیں کرنی۔اپنے مطالعے کے اندر تنظیمی لٹریچر بھی رکھو اور اہل علم کی تفاسیر کو بھی رکھو۔پھر درس کی تیاری کیسے کرنی ہے، صرف اپنی عقل نہیں لڑانی بلکہ جو مل چکا ہے اسی کو آگے پیش کرنے کی کوشش کی جائے

اور اپنے علم دین میں اضافے کے لیے تفاسیر، احادیث کی کتابیں، فقہ کی کتابیں بھی رکھی جائیں۔

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تنظیم کے ساتھ ساتھ انجمن خدام القرآن بھی قائم فرمائی جس کی شاخیں بڑے شہروں میں موجود ہیں۔ وہاں پر ہمارے رفقاء اور عوام الناس کے لیے ایک سالہ کورس ہوتا ہے جس میں بنیادی دینی تعلیمات، عربی گرائمر، ترجمہ قرآن، حدیث کی تعلیم، فقہی مسائل وغیرہ کی تعلیم سے گزارا جاتا ہے۔ بہرحال ان تمام شرائط سے گزار کر ہم کسی کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ درس دے۔ رمضان میں دورہ ترجمہ قرآن کا پروگرام ہوتا ہے جس میں ہمارے مدرسین پورے قرآن کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اس کے لیے اور بلند معیار رکھا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ہمارا میدان تذکیر کا ہے، ہمارا میدان فقہی مسائل کا نہیں ہے۔ اگر کوئی قابل اصلاح بات نظر آئے تو ہم توجہ دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے دورۂ ترجمہ قرآن کی محافل میں کئی علماء بھی شامل ہوجاتے ہیں جو ہمارے لیے سعادت ہے۔ وہ تحسین بھی کرتے ہیں اور کبھی توجہ بھی دلا کر جاتے ہیں۔ جن سے ہم اپنے ساتھیوں کی اصلاح کی کوشش کرسکتے ہیں۔

سوال: بھارتی مسلمان اقامت دین کے لیے کیا کرسکتے ہیں؟

جواب: ہمارے مسلمان بھائی خواہ وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں ہوں وہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانی کا معاملہ فرمائے۔ تقاضا بھی ہے کہ (انما المومنون اخوۃ)۔ مسلمان دنیا کے کسی خطے میں ہے، دینی ذمہ داریاں سب کے لیے برابر ہیں۔ البتہ ادائیگی کی شکل وصورت، دائرہ کار اور دائرہ اختیار کا فرق ہوگا۔ مثلاً جو تقاضے مردوں سے ہیں وہ عورتوں سے نہیں ہیں۔ لیکن عموم کے اعتبار سے مسلمان جہاں بھی رہتا ہے اس کے لیے دینی تقاضے برابر ہیں۔ یعنی وہ خود اللہ تعالیٰ کی بندگی کی کوشش کرے گا، پھر اس کی دعوت دینے کی کوشش کرے گا اور پھر اقامت دین کی جدوجہد کرے گا۔ نتیجہ کب نکلتا ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن اس کی جدوجہد کرنا ہم سب پر فرض ہے۔ اس کے لیے منہج انقلاب نبوی ﷺ کو سامنے رکھا جائے گا۔ کیونکہ قرآن ہمارے سامنے اسی کا تقاضا کرتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21) ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے''

پہلے قرآن کے ذریعے افراد کے افکار و دلوں کو بدلنا ہے۔ افراد کی تبدیلی پہلے ہے اور پھر افراد کو جمع کرکے ایک منظم جماعت بنائی جائے۔ حضور ﷺ نے تیرہ برس مکہ میں یہی کام کیا۔ جب جماعت اس قابل ہو جائے کہ باطل سے ٹکرا سکے تو پھر قتال کی اجازت ہے۔ قتال کا حکم بھی مدنی دور میں حضور ﷺ کو عطا کیا گیا۔ بھارت میں یقیناً اس وقت خاصی مشکلات کا معاملہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندتوا، مودی اور آر ایس ایس نے جو حرکتیں کرڈالی ہیں اور جس طرح وہ اقلیتوں کے پیچھے پڑ چکے ہیں تو میرا گمان یہ ہے کہ یہ خود اپنے لیے مصیبت پیدا کررہے ہیں اور یہی شے کسی بڑی تحریک کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ ظلم جب انتہا کو پہنچتا ہے تو پھر کوئی تحریک اٹھتی ہے۔ قرآن حکیم کے الفاظ ﴿فان مع العسر یسرا﴾ کے مصداق بھارتی مسلمانوں کو صبر کرنا ہوگا اور اپنے دین کو اپنی نسلوں کو منتقل کرنا ہوگا۔ بھارتی مسلمان اسلامی اقدار کے معاملے میں بڑا مضبوط ہے۔ پاکستان میں تو عائلی قوانین میں غیر اسلامی چیزیں موجود ہیں لیکن بھارت میں جب حکومتی سطح پر عائلی قوانین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی گئی تو وہاں کے مسلمان اُٹھ کھڑے ہوئے اور بھارتی حکمرانوں کو مسلمانوں کو مسلم پرسنل لاء دینا پڑا۔ اب وہاں مسلمانوں کو یہ آزادی ہے کہ وہ اپنے پرسنل لاء کے مطابق عمل کرسکتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت ان پر بہت مشکل وقت ہے، شاید ان کو مزید مشقتیں جھیلنا پڑیں، مزید صبر کے مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ لیکن اگر وہ ان مراحل سے گزر کر کل کسی تحریک کو برپا کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے شامل حال ہوگی۔

پاکستان میں جب ہم منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مطابق نفاذ اسلام کی بات کرتے ہیں تو ہمارے سامنے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ یہاں نفاذ اسلام میں جو رکاوٹ ہیں وہ بھی کلمہ گو مسلمان ہیں۔ ان کی گردن اڑانا جائز نہیں۔ لیکن دنیا میں ایسا خطہ جہاں مسلمانوں کی قوت ابھر جائے اور سامنے کفار سے معاملہ پیش آجائے تو پھر قتال اسی طریقے پر ہوگا جیسے حضور ﷺ کے دور میں ہوا تھا۔ بہرحال بھارت کے مسلمانوں کو اپنے ایمان کی حفاظت کرنی ہے اور دین کی تعلیمات کو اگلی نسلوں میں منتقل کرنا ہے اور پھر منظم ہوکر مشترکات پر اپنے آپ کو لانے کی کوشش کرنا اور پھر متحد ہونا۔ یہ ان کے کام ہیں۔

سوال: اقامت دین کے لیے طالب علموں کے کرنے کا کام کیا ہے؟

جواب: جب اللہ کے رسول ﷺ نے خاندان والوں کو دعوت دی تھی تو اس وقت 45 کے قریب افراد آئے تھے۔ اس موقع پر صرف سیدنا علی ؓ آپ ﷺ کی حمایت میں کھڑے ہوئے تھے جن کی عمر 12 سال تھی اور انہوں نے کہا تھا: اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں، میری آنکھیں کمزور ہیں لیکن میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو اس طرح کا جذبہ عطا فرمائے۔ اس سے اگلا سٹیج شرعی اعتبار سے بلوغت کی عمر ہے۔ شریعت کا حکم لاگو ہونے کے لیے مسلمان ہونا، عاقل ہونا اور بالغ ہونا شرط ہے۔ جب بچہ بالغ ہوجاتا ہے تو اس پر شریعت کے احکام لاگو ہوجاتے ہیں۔ جیسے نماز کے لیے حکم ہے کہ: ﴿اقیموا الصلوٰۃ﴾ نماز کو قائم کرو۔ اسی طرح دین کو قائم کرنے کا حکم بھی اللہ کا ہے۔ طلبہ کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ پہلے اپنی ذات پر اللہ کا دین قائم کریں، پھر اپنے گھر اور اپنے ماحول میں دینی تعلیمات کو عام بھی کریں اور ان پر عمل پیرا بھی ہوں۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا، بہن بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اساتذہ کی عزت کرنا بھی دینی تعلیمات کا تقاضا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنا ہے، بُرے اخلاق سے بچنا ہے، خود بھی اللہ کا بندہ بننا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینی ہے۔ پھر ہم سب نبی اکرم ﷺ کے امتی ہیں تو دعوت کا کام بھی کرنا ہے۔ موجودہ دور کی جدید ٹیکنالوجی میں بچے ہم سے زیادہ ماہر ہیں۔ اس ٹیکنالوجی کو دعوت دین کے لیے استعمال کریں۔ اپنے کلاس فیلوز اور گھر والوں کو اس کے ذریعے دین کی دعوت دیں۔ پھر اگر ان کے علاقے میں ہمارے رفقاء بھی ہوں تو یہ ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں اور کہیں درس قرآن کے حلقے میں شریک ہوجائیں کیونکہ جب صحبت صالحین اور قرآنی محفلوں سے گزریں گے تو ایمان کی بیٹری چارج ہوتی چلی جائے گی۔ پھر جب اجتماعیت میں آئیں گے تو پھر ان کے لیے سیکھنا، عمل کرنا، پھیلانا اور اجتماعی جدوجہد کرنا بھی آسان ہوجائے گا۔ میں ان کو مشورہ دوں گا کہ بانی تنظیم کا سورۃ العصر کا درس ضرور سننے کی کوشش کریں۔ ایسے بہت سے نوجوان جو مڈل اور ہائی سکول کے طلبہ ہیں وہ ہماری جماعت کے حلقہ قرآنی میں آتے ہیں ہماری دینی محافل میں آتے ہیں اور انہیں دینی ماحول ملتا ہے اور وہ سیکھتے ہیں اور آگے دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں۔ الحمدللہ!

(56) حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش

فرید اللہ مروت

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا خود صحابیہ تھیں اور دو عظیم صحابہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کی زوجیت میں رہیں۔

نام ونسب

نام حمنہ، والد کا نام جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن ددان بن سعد بن خزیمہ۔ والدہ کا نام اُمیمہ بنتِ عبد المطلب تھا جو حضور ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ام المؤمنین حضرت زینبؓ بنت جحش ان کی حقیقی بہن اور سیدنا عبد اللہ بن جحش (شہید احد) ان کے حقیقی بھائی تھے۔

قبولِ اسلام اور ہجرت

بعثت نبوی کی ابتدا میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے ہجرت مدینہ کا شرف حاصل کیا اور جب رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کی خواتین سے بیعت کی تو یہ بھی ان خوش نصیب خواتین میں شامل ہوئیں۔

پہلا نکاح

آپؓ کا پہلا نکاح جلیل القدر صحابی حضرت مصعبؓ بن عمیر سے ہوا۔ سفیر رسول ﷺ سیدنا مصعبؓ بن عمیر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اہل مدینہ کو قرآن پڑھانے اور انہیں دینی احکام سکھانے پر مامور تھے۔ 3ھ میں غزوۂ احد پیش آیا۔ جنگ احد میں مسلمان مجاہدین کی بڑی قیمتیں جانیں جام شہادت نوش کر گئیں۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بھی مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر سے بہت محبت تھی۔ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے ملیں۔ انہیں اطلاع دی گئی کہ تیرا بھائی عبد اللہ بن جحش شہید ہو گیا ہے تو حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

﴿رَحِمَهُ اللهُ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾

''اللہ اس پر رحم کرے، ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

پھر انہیں یہ بتایا گیا کہ تیرے ماموں سیدنا حمزہؓ بن عبد المطلب بھی شہید ہو گئے ہیں۔ تو اس نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے حق میں مغفرت کی دعا کی اور پھر انہیں یہ بتایا گیا کہ تیرا خاوند مصعبؓ بن عمیر بھی شہید ہو گئے تو یہ خبر سن کر اس نے کہا: ہائے غم اور سسکیاں لینے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت کا اپنے خاوند کے بارے میں جو جذبہ ہوتا ہے وہ کسی اور کے لیے نہیں ہوتا۔''

دوسرا نکاح

جب سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو آپؓ کا دوسرا نکاح عشرہ مبشرہ میں شامل مشہور صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

غزوات میں شرکت

حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کو کئی غزوات میں شرکت کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جنگوں میں یہ مجاہدین کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور ان کے علاج ومعالجہ کے لیے کوشاں ہوتیں۔ مجاہدین کو تیر اور اسلحہ پکڑاتیں اور زخمیوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کی خدمت سرانجام دیتی تھیں اور کبھی مسلح ہو کر دشمنانِ اسلام سے جنگ کرتی تھیں۔

واقعۂ اِفک

واقعۂ اِفک میں حضرت حسانؓ بن ثابت اور حضرت مسطحؓ کے ساتھ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بھی منافقین کے فریب میں آ گئیں تھیں۔ لیکن بعد میں آپؓ سخت پشیمان ہوئیں اور توبہ کی۔

فضل وکمال

سیدہ حمنہؓ نے حضور ﷺ سے چند حدیثیں روایت کیں۔ ان سے روایت کرنے والے ان کے بیٹے عمران بن طلحہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں آپؓ کو استحاضہ کی بیماری لاحق ہو گئی۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے بڑی شدت سے خون آتا ہے۔ اور کئی روز تک میں اسی حالت میں مبتلا رہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ماہ کے چھ یا سات دن حیض کے شمار کر کے غسل کر لیا کریں اور پھر باقی 23 یا 24 دن نماز پڑھا کریں......''

(سنن ابی داود، کتاب الطھارہ)

اولاد

کتابوں میں صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے صُلب سے اُن کے دو لڑکوں کا ذکر آیا ہے: محمد اور عمران۔ محمد کا لقب سجاد تھا۔

وفات

وفات کا سن صحیح طور پر معلوم نہیں البتہ آپؓ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات تک زندہ تھیں۔ حضرت زینبؓ نے 20ھ میں وفات پائی۔

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے خاندان نے جہاد کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کی برکھا برسائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کرے۔ آمین یارب العالمین!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم بی بی ایس کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی قابل ترجیح۔

برائے رابطہ: 0307-9403817

☆ لاہور میں رہائش پذیر 36 سالہ خاتون (خلع یافتہ)، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے لاہور کے رہائشی، دینی مزاج کے حامل، شریف، پڑھے لکھے، برسرروزگار مرد کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4207547

رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

رمضان کے معنی

لفظ ''رَمضان'' میم کے سکون کے ساتھ ہم غلط استعمال کرتے ہیں۔ صحیح لفظ ''رَمَضان'' میم کے زبر کے ساتھ ہے۔ اور رمضان کے لوگوں نے بہت سے معنی بیان کئے ہیں۔ لیکن اصل عربی زبان میں رمضان کے معنی ہیں ''جھلسا دینے والا اور جلا دینے والا'' اور اس ماہ کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ سب سے پہلے جب اس ماہ کا نام رکھا جا رہا تھا اس سال یہ مہینہ شدید جھلسا دینے والی گرمی میں آیا تھا۔ اس لیے لوگوں نے اس کا نام رمضان رکھ دیا۔

اپنے گناہوں کو بخشوالو

علماء نے فرمایا کہ اس ماہ کو ''رمضان'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے، اپنے فضل و کرم سے بندوں کے گناہوں کو جھلسا دیتے ہیں اور جلا دیتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ مقرر فرمایا۔ گیارہ مہینے دنیاوی کاروبار، دنیاوی دھندوں میں لگے رہنے کے نتیجے میں غفلتیں دل پر چھا گئیں، اور اس عرصہ میں جن گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب ہوا، ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر انہیں بخشوالو اور غفلت کے پردوں کو دل سے اٹھا دو، تاکہ زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: ''یہ روزے تم پر اس لیے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے''۔ (البقرہ:183)

تو رمضان کے مہینے کا اصل مقصد یہ ہے کہ سال بھر کے گناہوں کو بخشوانا، اور غفلت کے حجاب دل سے اٹھانا اور دلوں میں تقویٰ پیدا کرنا۔ جیسے کسی مشین کو جب کچھ عرصہ استعمال کیا جائے تو اس کے بعد اس کی سروس کرانی پڑتی ہے۔ اس کی صفائی کرانی ہوتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی سروس اور اوور ہالنگ کے لیے یہ رمضان المبارک کا مہینہ مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ اس مہینے میں اپنی صفائی کرالو، اور اپنی زندگی کو ایک نئی شکل دو۔

رمضان کے لیے اپنے اوقات فارغ کریں

رمضان المبارک کا اصل مقصد یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے نظام الاوقات بدل کر کوشش کریں کہ اس میں زیادہ سے زیادہ وقت اللہ جل شانہ کی عبادت میں صرف ہو، رمضان کا مہینہ آنے سے پہلے یہ سوچو کہ یہ مہینہ آرہا ہے، کس طرح میں اپنی مصروفیات کم کر سکتا ہوں۔ اس مہینے میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کر لے تو سبحان اللہ، اور اگر کوئی شخص بالکل فارغ نہیں ہوسکتا تو پھر یہ دیکھے کہ کون کون سے کام ایک ماہ کے لیے چھوڑ سکتا ہے، ان کو چھوڑے۔ اور کن مصروفیات کو کم کر سکتا ہے ان کو کم کرے، اور جن کاموں کو رمضان کے بعد تک موخر کر سکتا ہے، ان کو موخر کرے۔ رمضان کے زیادہ سے زیادہ اوقات کو عبادت میں لگانے کی فکر کرے۔

اگر یہ کام کر لیا تو ان شاء اللہ رمضان المبارک کی روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ روزہ اور تراویح سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے دیگر کاموں سے فارغ ہو کر عبادت کیجیے۔ اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کچھ زیادہ کیجیے اور کچھ نوافل زیادہ پڑھیے۔ پانچ وقت کی نماز مساجد میں ادا نہ کرنے والے بھی نماز تراویح میں روزانہ شریک ہوتے ہیں۔ یہ سب الحمد للہ اس ماہ کی برکت ہے کہ لوگ عبادت میں، نماز میں، ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں۔

ایک مہینہ گناہوں سے پاک ہو کر گزاریئے!

ان سب نفلی نمازوں، نفلی عبادات، ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن کریم سے زیادہ مقدم ایک اور چیز ہے۔ جس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ وہ ہے اس مہینے کو گناہوں سے پاک کر کے گزارنا، تاکہ ہم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ اس مبارک مہینے میں آنکھ نہ بہکے، کان غلط بات نہ سنیں، زبان سے کوئی غلط کلمہ نہ نکلے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی معصیت سے مکمل اجتناب ہو، یہ مبارک مہینہ اگر اس طرح گزار لیا تو آپ قابل مبارک باد ہیں اور یہ مہینہ آپ کے لیے مبارک ہے۔ یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ایک مہینہ آرہا ہے کم از کم اس کو تو گناہوں سے پاک کرلو، اللہ کی نافرمانی نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، بدنگاہی کے اندر مبتلا نہ ہو، رشوت اور سود نہ کھاؤ، کم از کم یہ ایک مہینہ اس طرح گزار لو۔

یہ کیسا روزہ ہوا؟

روزے تو ماشا اللہ بڑے ذوق و شوق سے رکھیں گے، لیکن روزے کے کیا معنی ہیں؟ روزے کے معنی یہ ہیں کہ کھانے سے اجتناب کرنا، پینے سے اجتناب اور نفسانی خواہشات کی تکمیل سے اجتناب کرنا، روزے میں ان تینوں چیزوں سے اجتناب ضروری ہے۔ یہ تینوں چیزیں فی نفسہ حلال ہیں۔ کھانا حلال، پینا حلال اور جائز طریقے سے نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنا۔ اب روزے کے دوران آپ ان حلال چیزوں سے تو پرہیز کر رہے ہیں۔ نہ کھا رہے ہیں نہ پی رہے ہیں۔ لیکن جو چیزیں پہلے سے حرام تھیں، مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، بدنگاہی کرنا، جو ہر حال میں حرام تھیں، روزے میں یہ سب چیزیں ہو رہی ہیں۔ اب روزہ رکھا ہوا ہے اور جھوٹ بول رہے ہیں۔ روزہ رکھا ہوا ہے اور غیبت کر رہے ہیں۔ روزہ رکھا ہوا ہے اور بدنگاہی کر رہے ہیں۔ روزہ رکھا ہوا ہے لیکن بری فلمیں دیکھ رہے ہیں، یہ کیسا روزہ ہوا کہ حلال چیز تو چھوڑ دی اور حرام چیز نہیں چھوڑی۔

اس لیے حدیث شریف میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا نہ چھوڑے تو مجھے اس کے بھوکے اور پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں''۔ اس لیے جب جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا جو پہلے سے حرام تھا تو کھانا چھوڑ کر اس نے کون سا بڑا عمل کیا۔ اگرچہ فقہی اعتبار سے روزہ درست ہو گیا۔ اگر کسی مفتی سے پوچھو گے کہ میں نے روزہ بھی رکھا تھا اور جھوٹ بھی بولا تھا تو وہ مفتی یہی جواب دے گا کہ روزہ درست ہو گیا اس کی قضا واجب نہیں۔ لیکن اس کی قضا نہ ہونے کے باوجود اس روزے کا ثواب اور برکات ختم ہو گئیں، اس واسطے کہ تم نے اس روزے کی روح کو حاصل نہیں کیا۔

روزہ تقویٰ کی سیڑھی ہے

روزہ کا مقصد تقویٰ کی شمع روشن کرنا ہے یہ پورا ہونا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے پچھلی امتوں پر فرض کئے گئے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو'' (البقرہ:183)

یعنی روزہ تقویٰ کی شمع روشن کرنے کے لیے ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ روزے سے تقویٰ اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ روزہ انسان کی قوت حیوانیہ کو توڑتا ہے، اور قوت نیکی کو طاقتور بناتا ہے جب آدمی بھوکا رہے گا تو اس کے نتیجے میں گناہوں پر اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سست

پڑ جائے گا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ صرف قوت بھی توڑنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ جب آدمی صحیح طریقے سے روزہ رکھے گا تو یہ روزہ خود تقویٰ کی ایک عظیم الشان سیڑھی ہے۔ اس لیے کہ تقویٰ کے کیا معنی ہیں؟ تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل جلالہ کی عظمت کے استحضار سے گناہوں سے بچنا، یعنی یہ سوچ کر کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر مجھے جواب دینا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اس تصور کے بعد جب انسان گناہوں کو چھوڑتا ہے تو اس کا نام تقویٰ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ اور کھڑا ہونا ہے، اس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو ہوائے نفس اور خواہشات سے روکتا ہے۔'' (النازعات:40) یہی تقویٰ ہے۔

لہٰذا روزہ حصول تقویٰ کے لیے بہترین ٹریننگ اور بہترین تربیت ہے، جب روزہ رکھ لیا تو آدمی پھر کیا ہی گنہگار، خطا کار اور فاسق و فاجر ہو، جیسا بھی ہو، لیکن روزہ رکھنے کے بعد اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سخت گرمی کا دن ہے اور سخت پیاس لگی ہوئی ہے اور کمرہ میں اکیلا ہے، کوئی دوسرا پاس موجود نہیں، اور دروازے پر کنڈی لگی ہوئی ہے اور کمرہ میں فریج موجود ہے، اور اس فریج میں ٹھنڈا پانی موجود ہے۔ اس وقت انسان کا نفس یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس شدید گرمی کے عالم میں ٹھنڈا پانی پی لوں، لیکن کیا وہ محض فریج سے ٹھنڈا پانی نکال کر پی لے گا؟ ہرگز نہیں پیئے گا۔ حالانکہ اگر وہ پانی پی لے تو کسی بھی انسان کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔ کوئی لعنت و ملامت کرنے والا نہیں ہوگا۔ اور دنیا والوں کے سامنے وہ روزہ دار ہی رہے گا، اور شام کو باہر نکل کر آرام سے لوگوں کے ساتھ افطاری کھالے تو کسی شخص کو بھی پتہ نہیں چلے گا کہ اس نے روزہ توڑ دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ پانی نہیں پیتا ہے، کیوں نہیں پیا؟ پانی نہ پینے کی اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں ہے کہ وہ یہ سوچتا ہے کہ اگرچہ کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن میرا مالک جس کے لیے میں نے روزہ رکھا ہے، وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

اسی لیے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ ''میں ہی اس کا بدلہ دوں گا'' (ترمذی، کتاب الصوم) یعنی روزہ میرے لیے ہے لہٰذا میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اعمال کے بارے میں تو یہ فرمایا کہ کسی عمل کا دس گنا اجر، کسی عمل کا ستر گنا اجر اور کسی عمل کا سو گنا اجر ہے۔ حتیٰ کہ صدقہ کا اجر سات سو گنا ہے، لیکن روزے کے بارے میں فرمایا کہ روزے کا اجر میں دوں گا۔ کیونکہ روزہ اس نے صرف میرے لیے رکھا تھا۔ اس احساس کا نام تقویٰ ہے۔ اگر یہ احساس پیدا ہو گیا تو تقویٰ بھی پیدا ہو گیا۔ لہٰذا تقویٰ روزے کی ایک شکل بھی ہے۔ اور اس کے حصول کی ایک سیڑھی ہے۔ روزے اس لیے فرض کئے تاکہ تقویٰ کی عملی تربیت ہو ورنہ یہ تربیتی کورس مکمل نہیں ہوگا۔ اور جب تم روزہ کے ذریعے عملی تربیت حاصل کر رہے ہو تو پھر اس کو اور ترقی دو، اور آگے بڑھاؤ، لہٰذا جس طرح روزے کی حالت میں شدت پیاس کے باوجود پانی پینے سے رک گئے تھے، اور اللہ کے خوف سے کھانا کھانے سے رک گئے تھے، اسی طرح جب کاروبار زندگی میں گئے اور وہاں پر اللہ کی معصیت اور نافرمانی کا تقاضا اور داعیہ پیدا ہوا تو یہاں بھی اللہ کے خوف سے اس کی معصیت سے رک جاؤ۔ تقویٰ اس وقت پیدا ہوگا، جب اللہ کی نافرمانیوں اور معصیتوں سے پرہیز کرو گے۔

روزہ کا مقصد اللہ اور رسولؐ کے احکام کی اتباع

روزے کا اصل مقصد اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کی اتباع ہے۔ وہ جب کہیں کہ کھاؤ، اس وقت کھانا دین ہے۔ اور جب وہ کہیں کہ مت کھاؤ اس وقت نہ کھانا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور اپنی اتباع کا عجیب نظام بنایا ہے کہ سارا دن تو روزے رکھنے کا حکم دیا، اور اس پر بڑا اجر و ثواب رکھا۔ لیکن ادھر آفتاب غروب ہوا اور یہ حکم آ گیا کہ اب جلدی افطار کرو، اور افطار میں جلدی کرنے کو مستحب قرار دیا۔ اور بلا وجہ افطار میں تاخیر کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اس لیے کہ ہمارا اصل کام اتباع کرنا ہے۔ اپنا شوق پورا کرنا نہیں ہے۔ عام حالات میں زندگی کی کسی چیز کی حرص اور ہوس، بہت بری چیز ہے۔ لیکن جب وہ کہیں کہ حرص کرو، تو پھر حرص میں ہی لطف اور مزہ ہے۔

افطار کے مقابلے میں سحری میں وقت ختم ہونے سے پہلے یعنی تاخیر سے کھانا افضل ہے۔ یعنی جلدی کھانا خلاف سنت ہے۔ بعض لوگ رات کو بارہ بجے سحری کھا کر سو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا کہ بالکل آخری وقت تک کھاتے رہتے تھے۔ اس لیے کہ یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ صرف یہ کہ کھانے کی اجازت ہے بلکہ کھانے کا حکم ہے، اس لیے جب تک وہ باقی رہے گا، ہم کھا سکیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع اور اطاعت اسی میں ہے، اب اگر کوئی شخص پہلے سحری کھالے تو گویا کہ اس نے روزے کے وقت میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا، اس لیے پہلے سے سحری کھانے کو ممنوع قرار دیا۔

پورے دین میں سارا زور اتباع پر ہے، جب ہم نے کہا کہ کھاؤ تو کھانا ثواب ہے، اور جب ہم نے کہا کہ مت کھاؤ تو نہ کھانا ثواب ہے۔ اس لیے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ میاں کہہ رہے ہیں کہ کھاؤ، اور بندہ کہے کہ میں تو نہیں کھاتا۔ یا میں کم کھاتا ہوں۔ یہ تو بندگی اور اطاعت نہ ہوئی۔ ارے بھائی! نہ تو کھانے میں کچھ رکھا ہے اور نہ ہی نہ کھانے میں کچھ رکھا ہے۔ سب کچھ ان کی اطاعت میں ہے، اس لیے جب انہوں نے کہہ دیا کہ کھاؤ، تو پھر کھاؤ، اس میں اپنی طرف سے زیادہ پابندی کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس ماہ میں رزق حلال

ایک اہم بات، کم از کم اس ایک مہینے میں تو رزق حلال کا اہتمام کر لو، جو لقمہ آئے، وہ حلال کا آئے، ہمیں ایسا نہ ہو کہ روزہ تو اللہ کے لیے رکھا، اور اس کو حرام چیز سے افطار کر رہے ہیں، سود پر افطار ہو رہا ہے یا رشوت پر افطار ہو رہا ہے یا حرام آمدنی پر افطار ہو رہا ہے۔ یہ کیسا روزہ ہوا؟ کہ سحری بھی حرام اور افطاری بھی حرام، اور درمیان میں روزہ۔ اس لیے خاص طور پر اس مہینہ میں حرام روزی سے بچو۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! میں رزق حلال کھانا چاہتا ہوں۔ مجھے رزق حرام سے بچا لیجئے۔ بعض حضرات کا ذریعہ معاش حرام نہیں ہے، بلکہ حلال ہے، البتہ اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے کچھ حرام آمدنی کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ ایسے حضرات کے لیے حرام سے بچنا کوئی دشوار کام نہیں ہے، وہ کم از کم اس ماہ میں تھوڑا سا اہتمام کر لیں اور حرام آمدنی سے بچیں۔ یہ عجیب قصہ ہے کہ اس ماہ کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ یہ مواخات اور غم خواری کا مہینہ ہے۔ ایک دوسرے سے ہمدردی کا مہینہ ہے۔ لیکن اس ماہ میں مواخات کے بجائے لوگ الٹا کھال کھینچنے کی فکر کرتے ہیں۔ ادھر رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور ادھر چیزوں کی ذخیرہ اندوزی شروع کر دی۔ لہٰذا کم از کم اس ماہ میں اپنے آپ کو ایسے حرام کاموں سے بچا لو۔

بعض حضرات وہ ہیں جن کا ذریعہ آمدنی مکمل طور پر حرام ہے، مثلاً وہ کسی سودی ادارہ میں ملازم ہیں، ایسے حضرات اس ماہ میں کیا کریں؟ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ ہر آدمی کے لیے راستہ بتا گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: میں ایسے شخص کو جس کی مکمل آمدنی حرام ہے۔ یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو رمضان میں چھٹی لے لے، اور کم از کم اس ماہ کے خرچ کے لیے جائز اور حلال ذرائع سے انتظام کر

لے۔کوئی جائز آمدنی کا ذریعہ اختیار کرلے۔اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو اس ماہ کے خرچ کے لیے کسی سے قرض لے لے۔ اور یہ سوچے کہ میں اس مہینہ میں حلال آمدنی سے کھاؤں گا۔ اور اپنے بچوں کو بھی حلال کھلاؤں گا،کم از کم اتنا تو کرلے۔

روزے میں غصے سے پرہیز

جس بات کا روزے سے خاص تعلق ہے وہ ہے غصے سے اجتناب اور پرہیز، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ مواخات کا مہینہ ہے۔ایک دوسرے سے غمخواری کا مہینہ ہے۔لہٰذا غصہ اور غصہ کی وجہ سے سرزد ہونے والے جرائم اور گناہ،مثلاً جھگڑا، مار پٹائی اور تو تکار، ان چیزوں سے پرہیز کا اہتمام کریں۔ حدیث شریف میں حضور ﷺ نے یہاں تو فرما دیا کہ:''یعنی اگر کوئی شخص تم سے جہالت اور لڑائی کی بات کرے تو تم کہہ دو کہ میرا روزہ ہے۔میں لڑنے کے لیے تیار نہیں۔ نہ زبان سے لڑنے کے لیے تیار ہوں اور نہ ہاتھ سے''۔اس سے پرہیز کریں۔یہ سب بنیادی کام ہیں۔

رمضان میں نفلی عبادات زیادہ کریں

جہاں تک عبادات کا تعلق ہے تمام مسلمان ماشاءاللہ جانتے ہیں کہ روزہ رکھنا، تراویح پڑھنا ضروری ہے، اور تلاوت قرآن کو چونکہ اس مہینے سے خاص مناسبت ہے چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پورے قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔اس لیے جتنا زیادہ سے زیادہ ہوسکے اس مہینہ میں تلاوت کریں اور اس کے علاوہ چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے زبان سے اللہ کا ذکر کریں اور تیسرا کلمہ: سبحان اللہ والحمدللہ و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اور درود شریف اور استغفار کا چلتے پھرتے اس کی کثرت کا اہتمام کریں اور نوافل کی جتنی کثرت ہوسکے کریں۔اور عام دنوں میں رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا،لیکن رمضان المبارک میں چونکہ انسان سحری کے لیے اٹھتا ہے تھوڑا پہلے اٹھ جائے اور تہجد پڑھنے کا معمول بنالے اور اس ماہ میں نماز خشوع کے ساتھ اور باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام کرلیں یہ سب کام تو اس ماہ میں کرنے ہی چاہئیں۔

یہ رمضان المبارک کی خصوصیات میں سے ہیں۔ لیکن ان سب چیزوں سے زیادہ اہم گناہوں سے بچنے کی فکر ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان المبارک کے انوار و برکات سے صحیح طور سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ بہاول نگر،ہارون آباد غربی کے ملتزم رفیق محمد فاروق کی والدہ وفات پاگئیں۔

☆ حلقہ بلوچستان کے ناظم دعوت محترم اقتدار احمد خان کی والدہ وفات پاگئیں۔

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے ادارتی معاون فریداللہ مروت کے تایا جان وفات پاگئے۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ملتان شہر کے رفیق محترم رجب علی کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے۔

برائے تعزیت:0301-7400413

☆ حلقہ کراچی شمالی، فیڈرل بی ایریا کے ملتزم رفیق زاہد حسین کے بھائی وفات پاگئے۔

برائے تعزیت:0313-2344681

☆ تنظیم اسلامی ممتاز آباد کے ناظم تربیت محمد وسیم بھٹی کے والد محترم حرکت قلب بند ہونے سے وفات پاگئے۔

برائے تعزیت:0315-6529888

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم پشاور شہر کے امیر مجاہد نسیم کے چچا وفات پاگئے۔

برائے تعزیت:0333-9143505

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

علومِ قرآن کے شائقین کے لیے خوشخبری

رمضان المبارک کے دو متوازی پروگرام
دن کا روزہ
رات کا قیام

ان شاء اللہ العزیز
رمضان المبارک کے دوران روزانہ
دورۂ ترجمہ قرآن مع تراویح
مُدرِّس: حافظ عبداللہ محمود

تراویح کی پہلی آٹھ اور آخری بارہ رکعات سے قبل نماز میں تلاوت کیے جانے والے قرآن حکیم کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی جائے گی۔

تقریباً ایک ایک گھنٹے کے دو بیانات ہوں گے

نماز عشاء: 8:30 بجے — آغاز: 29 شعبان المعظم

بمقام: مسجد جامع القرآن
قرآن اکیڈمی، K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور

آپ سے مع احباب بروقت شرکت کی درخواست ہے
خواتین کے لیے شرکت کا باپردہ انتظام ہے

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
فون: 3-042-35869501

امت مسلمہ کے زوال کا سبب قرآن حکیم سے دوری ہے۔

مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، ''رجوع الی القرآن کورس'' اور ''فہم دین'' کورسز کی جان ہے۔

کلام الٰہی کا اعجاز ہے کہ جو شے بھی اللہ کے کلام سے جڑتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو فضیلت عطا فرماتا ہے۔

اللہ کی بندگی اختیار کریں، بندگی کی دعوت دیں اور بندگی والے نظام کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔

امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ کے لاہور میں رجوع الی القرآن کورس کی اختتامی تقریب سے خطاب کا احوال

رپورٹ: وسیم احمد (نائب ناظم شعبہ نشر و اشاعت)

گزشتہ دنوں دارالسلام مرکز تنظیم اسلامی چوہنگ لاہور میں رجوع الی القرآن کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب کی صدارت امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ نے فرمائی۔ سٹیج سیکریٹری کے فرائض محترم شیر افگن نے ادا کیے۔ تقریب میں دوسرے اکابرین تنظیم اسلامی کے علاوہ کورس مکمل کرنے والے 16 مرد اور 2 خواتین موجود تھیں۔ خواتین کے لیے پردہ کا انتظام موجود تھا۔ امیر تنظیم اسلامی نے شرکاء کورس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ الحمد للہ! رجوع الی القرآن کورس اپنی نوعیت کا بڑا منفرد کورس ہے کہ اس میں 21 سال کا نوجوان بھی شامل ہے اور 60 سال کے بزرگ بھی شریک ہیں۔ صبح کے وقت ایک سالہ کورس ہو یا شام کے اوقات میں منعقد ہونے والا فہم دین کورس یا ہفتہ وار کورس، ان تمام کورسز کی جان بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا مرتب کردہ ''منتخب نصاب'' ہے۔ منتخب نصاب قرآن حکیم سے منتخب کردہ ایسی آیات قرآنی کا مجموعہ ہے جو ہمیں دین کا جامع تصور عطا کرتا ہے۔ ہماری دینی ذمہ داریاں بتاتا ہے بلکہ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کی ترغیب و تشویق بھی دلاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عربی گرائمر، تجوید، محاضرات (اسپیشل لیکچرز) اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ یہ سب مل کر ایک مکمل پیکج بنتا ہے۔ الحمد للہ! عربی گرائمر کئی اور ادارے بھی پڑھا رہے ہیں اور بہت عمدہ پڑھا رہے ہیں لیکن مطالعہ قرآن حکیم کا یہ منتخب نصاب شاید ہی کہیں مل سکے۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کے زوال کا سبب قرآن حکیم سے دوری ہے۔ یہ کلام الٰہی کا اعجاز ہے کہ جو شے بھی اللہ کے کلام سے جڑتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو فضیلت عطا فرما دیتا ہے۔ جس رات یہ کلام نازل ہوا وہ رات شب قدر کہلائی، جس ماہ مبارک میں نازل ہوا، اس ماہ مبارک کو تمام مہینوں سے افضل قرار دے دیا گیا۔ جس علاقے میں یہ نازل ہوا وہ علاقہ حجاز مقدس کہلایا، یہ کلام جس فرشتے کے ذریعے نازل ہوا اسے تمام فرشتوں کا سردار جبرائیل امین بنا دیا گیا، جس پیغمبر ﷺ کے ذریعے عطا ہوا وہ امام الانبیاء کہلائے اور جس امت کو یہ کلام عطا ہوا وہ امت خیرامت قرار پائی۔ یہ 6 باتیں تو اللہ نے طے کی ہیں اس ضمن میں ساتویں بات میرے اور آپ کے اختیار میں ہے اگرچہ اس میں بھی توفیق اور ہمت اللہ تبارک وتعالیٰ ہی عطا کریں گے، وہ یہ کہ ہم قرآن حکیم سے جڑ جائیں، ہم قرآن سے جتنا زیادہ جڑیں گے تو جو فضائل اللہ تعالیٰ نے قرآن والوں کے لیے رکھے ہیں، وہ ان شاء اللہ ہمیں بھی میسر آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کسی مرد کی زندگی بدلے تو صرف ایک فرد بدلتا ہے اور اگر کسی عورت کی زندگی بدلتی ہے تو ایک نسل بدل جاتی ہے۔ خواتین کو بنیادی دینی تعلیم دلوانا مرد کی ذمہ داری ہے اور بہتر یہ ہے کہ ہر مرد خود اس کا اہتمام کرے یا پھر اس فریضے کی ادائیگی کے لیے مناسب بندوبست کرے۔ انہوں نے اپنے استاد اور تنظیم اسلامی کے سابق ناظم تربیت انجینئر حافظ نوید احمد مرحوم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن حکیم کا حفظ کرنا آسان ہے لیکن اس حفظ کیے ہوئے قرآن کو بھلا دینا اس سے زیادہ آسان ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ اگر حفظ کیے ہوئے قرآن پاک کی نگرانی نہ کی جائے تو جیسے وحشی اونٹ رسی تڑوا کر بھاگ جاتا ہے اسی طرح یہ قرآن بھی ہمارے حافظے سے محو ہو جاتا ہے۔ بالکل ویسے ہی اس کورس کی تکمیل آپ کے لیے آسان رہی ہو گی لیکن اس کی تحفیظ مشکل ہے اور اس کی تعمیل اور زیادہ مشکل ہے۔ انہوں نے کہا کہ روزِ قیامت جو پانچ سوال ہوں گے ان میں پانچواں سوال یہ ہو گا کہ ''جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟'' ہمیں نفع دینے والے علم کی دعا کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کرنی چاہیے کہ یا اللہ ہمیں اس علم پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ انہوں نے اپنے خطاب میں شعبہ تعلیم و تربیت کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کورس کی شرکاء کی ایلومنائی تشکیل دی جائے۔ آپ کی اس کوشش سے طلبہ کا آپس میں رابطہ بھی رہے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ تجربات بھی شیئر کریں گے۔ انہوں نے سیدنا حسنؓ کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ''قلم کے ذریعے علم کو محفوظ کرنے کی کوشش کرو'' میں آپ سے گزارش کروں گا کہ ایک مرتبہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' اس طرح سنیں کہ آپ کے پاس باقاعدہ نوٹ بک موجود ہو۔ ان شاء اللہ بیان القرآن کے یہ نوٹس آپ کے لیے زندگی بھر کا اثاثہ ہو گا۔ انہوں نے شرکاء کو اس کورس کے علوم یاد رکھنے کا آسان طریقہ بتاتے ہوئے کہا کہ وہ فوری طور پر کسی کو پڑھانا شروع کر دیں یا اپنے گردو پیش ساتھی طلبہ کا گروپ بنا کر اس کورس کی دھرائی کا انتظام کر لیں۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دورہ ترجمہ قرآن کی محافل میں شرکت کریں، نوٹس لیتے رہیں تو اس طرح عربی گرائمر کے تجربے کے اعتبار سے بہترین ذہنی مشق کا موقع مل سکے گا۔ انہوں نے شرکاء کورس سے درخواست کی کہ وہ خود بھی دین کے داعی بنیں، اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کو بھی دین کا داعی بننے کی ترغیب و تشویق دلائیں۔ والدین کے لیے اپنی اولاد کو دین کے کام میں لگانے سے بہتر کوئی انوسٹمنٹ نہیں ہو سکتی۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم سب اللہ کی بندگی اختیار کریں۔ دوسروں کو بندگی کی دعوت دیں اور بندگی والے نظام کو قائم و غالب کرنے کے لیے اپنا تن، من اور دھن لگانے سے گریز نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا یہاں جمع ہونا قبول فرمائے۔ آمین!

Message of Ramadan

Ramadan is the most important month of our calendar. It is a tremendous gift from Allah *(SWT)* in so many ways. In our current state of being down and out, it can uplift us, empower us, and turn around our situation individually and collectively. It is the spring season for the garden of Islam when dry grass can come back to life and flowers bloom. But these benefits are not promised for lifeless and thoughtless rituals alone. They will be ours if our actions are enlightened by the evergreen message of Ramadan.

Today the message of Ramadan tends to get drowned out by much louder voices of the pop culture that have an opposite message. We have become so accustomed to them that many of us remain enslaved to them even during Ramadan.

The most important message of Ramadan is that we are not just body. We are body and soul. And that what makes us human beings and that determines our value as human beings is the soul and not the body. During Ramadan we deprive the body to uplift the soul. This is all simple and familiar. But we can understand its significance if we remember that the message of the materialistic hedonistic global pop culture that has engulfed every Muslim land today --- just like the rest of the world--- is exactly the opposite. It says that body is everything. That the materialistic world is all that counts. That the greatest happiness -- if not virtue-- is in filling the appetites of the body. This message produces endless appetites and consequently endless wars to fill those endless appetites through endless exploitation. It produces endless frustrations since the gap between desires and achievements can never be filled. It produces endless chaos and endless oppression. Yet this trash comes in such beautiful and enticing packages that we can hardly resist it. We equate this slavery with freedom. We consider this march to disaster as progress. And with every movement, we get further and deeper into the mire.

The message of the materialistic hedonistic global pop culture that has engulfed every Muslim land today is exactly the opposite of the message of Ramadan.

Ramadan is here to liberate us from all this. Here is a powerful message that it is soul over body. Take a break from the pop culture. Turn off the music and TV. Say goodbye to the endless and futile pursuit of happiness in sensory pleasures. Rediscover your inner self that has been buried deep under it. Reorient yourself. Devote your time to the reading of the Qur'an, to voluntary worship, to prayers and conversations with Allah. Reflect on the direction of your life and your priorities. Reflect on and strengthen your relationship with your Creator.

On the last day of one Sha'ban, Prophet Muhammad *(SAAW)*, gave a Khutbah about the upcoming month of Ramadan. It is a very important Khutbah that we should carefully read before every Ramadan to prepare ourselves mentally for the sacred month. It begins: "Oh people! A great month is coming to you. A blessed month. A month in which there is one night that is better than a thousand months. A month in which Allah has made it compulsory upon you to fast by day, and voluntary to pray by night. Whoever draws nearer to Allah by performing any of the

the voluntary good deeds in this month shall receive the same reward as is there for performing an obligatory deed at any other time. And whoever discharges an obligatory deed in this month shall receive the reward of performing seventy obligations at any other time. It is the month of Sabr (patience), and the reward for Sabr is Heaven. It is the month of kindness and charity. It is a month in which a believer's sustenance is increased. Whoever gives food to a fasting person to break his fast, shall have his sins forgiven, and he will be saved from the Fire of Hell, and he shall have the same reward as the fasting person, without the latter's reward being diminished at all."

The hadith continues and contains many other very important messages. However, let us take the time to highlight two of the statements contained above. First, that Ramadan is the month of Sabr. The English translation is patience but that word has a very narrow meaning compared to Sabr. Sabr means not only patience and perseverance in the face of difficulties, it also means being steadfast in avoiding sin in the face of temptations and being persistent in performing virtues when that is not easy. Overcoming hunger and thirst during fasting is part of it. But protecting our eyes, ears, minds, tongues, and hands, etc. from all sins is also part of it. So is being persistent in doing good deeds as much as possible despite external or internal obstacles. Ramadan requires Sabr in its fullest sense and provides a training ground for that very important quality to be developed and nurtured. Here is a recipe for the complete overhaul of our life, not just a small adjustment in meal times.

The highest point of Ramadan is Itikaf, an act of worship in which a person secludes himself in a masjid to devote his time entirely to worshipping and remembering Allah. Some in every Muslim community must take a break and go to the masjid for the entire last ten days of Ramadan. Others should imbibe the spirit and do whatever they can.

But we must differentiate between worldly pleasures and worldly responsibilities. We take a break from the former and not the latter. Syedna Abdullah ibn Abbas, *(RA)*, was performing Itikaf, when a person came and sat down silently. Sensing his distressed condition Ibn Abbas enquired about his situation, learnt that he needed help, and proceeded to leave the masjid to go out and help him. Now this action does nullify the Itikaf, making a makeup obligatory. So the person, though grateful, was curious. Explaining his action, Ibn Abbas related a hadith that when a person makes efforts to help his brother, he earns the reward for performing Itikaf for ten years.

This brings us to the second statement to consider: that Ramadan is the month of kindness and charity. With those in distress in the millions in the world today, the need for remembering this message of Ramadan cannot be overstated.

Unfortunately, today another scene seems to be dominant in some parts of the Muslim world. Here Ramadan is the month of celebrations, shopping, fancy iftars at posh restaurants, entertainment and gossip. People stay up at night but not for worship; they while away that time watching TV or wandering in the bazaar. Ramadan here is more a month of feasting than fasting.

No one can take away our Ramadan from us; we just give it away ourselves. And if we realize the utter blunder we have made, we can take it back.

Source: ***https://www.albalagh.net/ (reproduced)***

Vol. 31 Regd. C.P.L NO. 114 No.14

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore